

رد ووافض

عقائد شیعہ

سیف اللہ مسلول معین الحق

مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

ترقیب: حضرت مولانا شاہ سید سیکان جید رحمتی دارہ دیوبند

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

شکر یہ

ہم عزت مآب محترم علامہ اسید الحق عاصم قادری
دامت برکاتہم العالیہ کے نہایت ممنون ہیں کہ انھوں نے یہ کتاب
انٹرنیٹ پر پبلش کرنے کے لئے ہمیں عنایت فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ
ان کے اس تعاون پر ان کو اجر کثیر عطا فرمائے اور قبلہ علامہ صاحب کے
فیوضات و برکات و درجات میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی
الامین ﷺ

نفس اسلام ویب ٹیم

www.nafseislam.com

ردِ روافض

تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول قادری بدایونی

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلہ مطبوعات (۳۹)

Radd-E-Rawafiz

By : Maulana Shah Abdul Qadir Qadri Budauni

عنوان کتاب : ردِّ روافض

تالیف : تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

ترتیب : حضرت شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ : مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

طبع جدید : ۲۰۰۹ء / ۱۴۳۰ھ

قیمت :

رابطے کے لئے

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor

Maktaba Jam-e-Noor

422, Matia Mahal,
Jama Masjid, Delhi-6

Publisher

Tajul Fahool Academy

Budaun

انتساب

مرتب کتاب کے پوتے

سید العلماء حضرت سید شاہ ابوالحسن آل مصطفیٰ قادری برکاتی

ولادت ۱۳۳۳ھ / وفات ۱۳۹۴ھ

اور

احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما)

ولادت ۱۳۴۵ھ / وفات ۱۴۱۶ھ

کے نام

اسید الحق قادری

جشن زریں

رنگ گروں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے
مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ
بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جا رہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر
کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد و ہدایت، اصلاح و ارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی
ترہیت اور سلسلہ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدوجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد
سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ
ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی
نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک و احتشام سے ”پچاس
سالہ جشن“ منایا جائے، لیکن صاحبزادہ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ
بدایوں) نے فرمایا کہ ”اس جشن کو ہم ’جشن اشاعت‘ کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادہ
قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب و تاب اور موجودہ تحقیقی و اشاعتی معیار کے مطابق
شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ پچاس سالہ جشن یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ
میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو“۔ لہذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت و سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی کی
نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کر دیا گیا، اس
اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ۲۷ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج
القول اکیڈمی مزید ۸ کتابیں منظر عام پر لا رہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (خانقاہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا
فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج القول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو
بحسن و خوبی پایہ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبد القیوم قادری

جنرل سکریٹری تاج القول اکیڈمی

خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

ترتیب

صفحہ	عنوان
۹	ابتدائیہ
۱۳	۱۔ رسالہ درو افض
۱۴	تمہید از مرتب
۱۵	سوال بخدمت علماء اعلام
۱۵	جواب از تاج الفحول
۱۶	تصدیقات علماء بدایوں
۱۶	تصدیقات علماء بریلی
۱۷	تصدیقات علماء مراد آباد
۱۷	تصدیقات علماء رامپور
۱۸	تصدیقات علماء لکھنؤ
۲۴	کتب معتبرہ کی عبارتیں
۳۷	تعزیه داری کے متعلق فتویٰ
۴۰	مجلس مرثیہ خوانی کے متعلق فتویٰ
۴۳	۲۔ تکملہ درو افض
۴۴	تمہید از مرتب

سوالات از شیعہ مجتہد

- سوال (۱) کیا سیدہ عائشہ کا قذف صحیح ہے؟ ۴۵
- سوال (۲) کیا اہل بیت انبیاء سے بھی افضل ہیں؟ ۴۶
- سوال (۳) کیا رسول خدا ﷺ سے تقیہ ثابت ہے؟ ۴۷
- سوال (۴) کیا ائمہ اہل بیت پر صحائف کا نزول ہوا تھا؟ ۴۷
- سوال (۵) مسئلہ بدأصحیح ہے یا نہیں؟ ۴۸
- سوال (۶) صدیق اکبر کی صحابیت ثابت ہے یا نہیں؟ ۴۸
- سوال (۷) کیا قرآن میں تحریف ثابت ہے؟ ۴۸
- سوال (۸) اہل سنت شیعہ علماء کے نزدیک کافر ہیں یا مسلمان؟ ۴۹
- سوال از علماء اہل سنت ۵۲
- جواب از علماء اہل سنت ۵۲
- جواب (۱) ۵۲
- جواب (۲) ۵۲
- جواب (۳) ۵۳
- جواب (۴) ۵۳
- جواب (۵) ۵۳
- جواب (۶) ۵۴
- جواب (۷) ۵۴
- تنبیہ ۵۶
- ۳۔ اظہار الحق ۵۷
- تمہید از مرتب ۵۸
- شیعہ مجتہد کا فتویٰ ۵۸

- ۶۰ سوال از علماء اہل سنت
- ۶۰ جواب از علماء اہل سنت
- ۶۳ رسالہ تصحیح العقیدہ
- ۶۴ سبب تالیف
- ۶۵ استفہامی
- ۶۵ الجواب
- ۶۵ محاربین کے تین گروہ
- ۶۶ صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق
- ۶۶ ائمہ دین کے اقوال
- ۸۲ دونوں گروہ مسلمان تھے
- ۸۳ حضرت حسن کی دستبرداری کی اصل وجہ
- ۸۴ حضرت معاویہ کے لئے دعا
- ۸۴ صحابی کا مرتبہ
- ۸۴ قطعیت اور ظہنیت میں فرق
- ۸۶ خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟
- ۸۸ خلافت حضرت معاویہ
- ۹۱ خون بہا میں تاخیر کا سبب
- ۹۱ اختلاف صحابہ
- ۱۰۱ امام غزالی کا نقطہ نظر
- ۱۰۲ عمر بن عبدالعزیز کا خواب
- ۱۰۳ ایک شبہ کا ازالہ
- ۱۰۶ مولانا جامی پر اعتراض

- ۱۰۷ امام شعبی پر اعتراض کا جواب
- ۱۰۸ حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے
- ۱۰۹ مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم
- ۱۱۰ لعنت یزید
- ۱۱۰ آخری گزارش
- ۱۱۲ تصدیقات علماء بدایوں
- ۱۱۳ مکتوب بنام تاج الخول از حافظ غلام حسین گلشن آبادی
- ۱۱۴ جواب مکتوب از تاج الخول



ابتدائیہ

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے تیسرے مرحلہ میں حضرت تاج الفحول کے رسائل کا یہ مجموعہ پیش کرتے ہوئے فخر و مسرت محسوس کر رہی ہے۔ گزشتہ مرحلہ میں تاج الفحول کے عربی رسالے مناصحة فی تحقیق مسائل المصافحه اور الکلام السدید فی تحریر الاسانید ترجمہ اور ضروری حواشی کے ساتھ منظر عام پر آچکے ہیں۔

آئندہ مرحلے میں اشاعت کے لئے تاج الفحول کے دور سالے احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی) اور تحفۃ فیض (فارسی) اکیڈمی کے منصوبے میں شامل ہیں۔ رب مقتدر کا فضل شامل حال رہا تو بہت جلد یہ دونوں رسائل بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوں گے (انشاء اللہ)۔
زیر نظر مجموعہ ۴ رسائل پر مشتمل ہے، یہ چاروں رسائل حضرت تاج الفحول کے شاگرد رشید اور خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے جلیل القدر فرزند حضرت مولانا سید شاہ حسین حیدر حسینی برکاتی مارہروی قدس سرہ کے سوال کے جواب میں تصنیف کئے گئے اور پھر آپ ہی نے ان کو مرتب کر کے شائع کروایا۔

حضرت سید حسین حیدر حسینی میاں برکاتی مارہروی (ابن سید محمد حیدر ابن سید دلدار حیدر ابن سید منجب حسین) خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے چشم و چراغ تھے، جید عالم، واعظ شیریں بیان، پاکیزہ فکر شاعر، مصنف، اور اپنے خانوادے کی روحانی روایات کے امین و وارث تھے، آپ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، تاجدار مارہرہ

سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے، سید شاہ آل عبا بشیر حیدر مارہروی کے والد ماجد اور حضرت سید العلماء و حضرت احسن العلماء کے حقیقی دادا تھے، آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت تاج الفحول کے زیر سایہ ہوئی، اپنے نانا حضرت خاتم الاکابر کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے، آپ کا وصال مارہرہ مطہرہ میں ہوا، درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں بیرون قبہ چوتھے پر آخری آرام گاہ ہے۔ (تاریخ خاندان برکات و مدائح حضور نور)

آپ کے پرپوتے حضرت سید اشرف میاں برکاتی کے بقول ”آپ خاندان برکات کے پہلے شخص تھے جنہوں نے منبر پر بیٹھ کر وعظ و تلقین کا رواج تھا“ (اہل سنت کی آواز مارہرہ جلد ۶ ص ۲۳۸، اکتوبر ۱۹۹۹ء)

سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کے وصال پر آپ نے فارسی اور اردو میں تاریخی قطعات نظم کیے جو طوابع الانوار میں شائع ہو چکے ہیں (دیکھیے: طوابع الانوار: مولانا انوار الحق عثمانی، ص ۹۲، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، تسہیل و ترتیب از راقم الحروف)

اپنے استاذ حضرت تاج الفحول سے خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ میلاد و قیام کے سلسلے میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے تاج الفحول کے رسالہ ”سیف الاسلام“ کا رد ”مطرقۃ الاسلام“ کے نام سے لکھا تو حضرت حسین حیدر صاحب نے قنوجی صاحب کے جواب میں ”صمصام الاسلام“ لکھی، اور اپنے استاذ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا، اس عقیدت و محبت کی وجہ نسبت تلمذ کے علاوہ شاید یہ بھی تھی کہ آپ کے نانا اور پیر و مرشد حضرت خاتم الاکابر نے اپنے اخلاف کو وصیت فرمائی تھی کہ دینی معاملات میں حضرت تاج الفحول سے مشورہ کریں اور ان کی رائے پر اعتماد کریں (سراج العوارف ص ۶۹، تذکرہ نوری ص ۱۲۹) آپ اس وصیت پر سختی سے عمل پیرا رہے، روافض کے عقائد اور ان سے متعلق دیگر معاملات کے سلسلہ میں جب آپ کو حکم شرعی دریافت کرنا ہوا تو آپ نے حضرت تاج الفحول سے رجوع کیا، جس کے نتیجے میں یہ چاروں

زیر نظر رسائل منظر عام پر آئے۔ رسائل کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ **دہ دوافض** (تاریخی نام ۱۲۹۱ھ)۔ یہ رسالہ تین سوالات پر مشتمل ہے: (۱) روافض کی اقتداء اور ان سے نکاح کا حکم، (۲) تعزیر داری کا شرعی حکم، (۳) مجالس مرثیہ خوانی کا شرعی حکم۔ یہ تینوں سوالات حضرت سید حسین حیدر مارہروی قدس سرہ نے تاج الخول کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا، پھر پہلے والے سوال و جواب پر معاصر علماء سے تصدیقات حاصل کیں، تصدیق کرنے والوں میں بدایوں، بریلی رامپور، مراد آباد اور فرنگی محل کے سرکردہ علماء شامل ہیں۔

پھر آپ نے کتابوں کی وہ عبارتیں جمع کیں جن کی طرف جواب میں اشارہ کیا گیا تھا اور اس تمام مواد کو ترتیب دے کر شائع کروادیا۔ یہ رسالہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو مطبع صحیح صادق سینا پور سے شائع ہوا۔

۲۔ **تکلمہ دہ دوافض** - حضرت سید حسین حیدر صاحب نے مختلف فیہ مسائل سے متعلق ۸ سوالات مرتب کر کے ایک شیعہ مجتہد سید علی محمد کے پاس بھیجے، پھر ان کے جوابات کو تاج الخول کی خدمت میں بھیج کر یہ دریافت کیا کہ ایسے عقائد رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ یہ رسالہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۶ء کو مطبع صحیح صادق سینا پور سے شائع ہوا۔

۳۔ **اظہار الحق** - اس مختصر رسالہ میں آپ نے چار سوال مرتب کر کے پہلے ایک شیعہ مجتہد میر آغا کے پاس بھیجے پھر ان کے جوابات کو تاج الخول کی خدمت میں ارسال کر کے حکم شرع دریافت کیا۔ یہ رسالہ جمادی الثانی ۱۲۹۳ھ مطابق جولائی ۱۸۷۶ء کو مطبع صحیح صادق سینا پور سے شائع ہوا۔

یہ تینوں رسائل فارسی میں ہیں ان کا اردو ترجمہ اس بے بضاعت راقم الحروف نے کیا ہے۔

۴۔ **تصحیح العتیدۃ فی باب امیر معاویہ** - یہ رسالہ فارسی میں بحارین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا، اس کو بھی سید شاہ حسین حیدر صاحب برکاتی مارہروی نے ترتیب دے کر شائع کروایا، پہلی مرتبہ یہ رسالہ مطبع ماہتاب ہند میرٹھ

سے مارچ ۱۸۷۶ء میں شائع ہوا۔

پاکستان کے حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور ”اختلاف علی و معاویہ“ کے نام سے محدث سورتی اکیڈمی کراچی نے شائع کیا۔

۱۹۹۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے اس کو دوبارہ شائع کیا اور اب تیسری مرتبہ اس کو مجموعہ رسائل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ علامہ گردیزی صاحب نے طوالت کے خوف سے رسالہ میں موجود عربی، فارسی عبارتیں درج نہیں کی تھیں صرف ان کے ترجمہ پر اکتفا کیا تھا، اب اس جدید اشاعت میں عربی، فارسی عبارتیں بھی درج کر دی گئیں ہیں اور ترجمہ پر بھی نظر ثانی کر لی گئی ہے۔

چونکہ یہ چاروں رسائل خانوادہ برکاتیہ کے ایک چشم و چراغ کے ترتیب کردہ ہیں اس لئے اس مجموعہ کا انتخاب بھی انھیں کے خانوادے کی دو عظیم المرتبت ہستیوں کی طرف کرنا زیادہ مناسب تھا۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ ان رسائل کو مفید و نافع اور تاریک دلوں کے لیے نور ہدایت کا سامان بنائے۔ ترجمہ و ترتیب میں مجھ سے جو کوتاہیاں ہوئی ہوں رب قدیر ان کی پردہ پوشی فرما کر مجھے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اسید الحق قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

۲۰ اپریل ۲۰۰۹ء



ردروا فض

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله العلی الاکبر والصلاة والسلام على صاحب الفضل الابین والکمال
الاطهر سیدنا ومولانا محمد بن الشافع المشفع المبعوث الى الاسود والاحمر وعلى
آل بته الاطهر خصوصاً علی سبطه الاکبر والاصغر واصحابه اهل القدر الاشهر
سبما خلیفته وصاحبه الصدیق الاکبر الذی هو بعد الانبیاء افضل البشر ومشیره
الفاروق الاعظم المزمین للمحراب والمنبر ورفیقہ ذی النورین الذی یدخل الجنة
سبعون ألفاً بشفاعته بغير حساب کما ثبت فی الخبر، واخیه اسد الله الغالب الملقب
بالحیدر القالع لباب الخیر صلی الله تعالی علیه وعلیهم ما طلع الشمس والقمر
وسلم علیه وعلیهم بعدد قطرات المطر وذرات المدر

اما بعد

حقیر فقیر سید حسین حیدر مارہروی غفر الله له اہل اسلام کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اس
زمانے میں (۱۲۹۱ھ میں) ہمارے یہاں کے اکثر قصبات اور دیہات میں روافض اور شیعوں
سے رشتہ داری قائم کرنے اور مناکحت وغیرہ کرنے کا عام رواج ہو گیا ہے اور اس فرقے سے میل
جول کی وجہ سے بہت سے لوگ راہ راست سے بھٹک رہے ہیں۔ لہذا میں نے اس سلسلہ میں
ایک سوال مرتب کیا اور اس کو مشہور علماء اہل سنت کی بارگاہ میں پیش کیا، الحمد للہ علماء نے جواب
عنایت فرما کر مجھ حقیر کو ممنون فرمایا۔ چونکہ علماء نے بعض جوابات میں صرف حوالہ کتب پر اکتفا کیا
تھا اس لئے لوگوں کے اطمینان کے لئے میں نے وہ عبارتیں بھی درج کر دی ہیں، اب اس رسالہ کا
نام ”روافض“ رکھتا ہوں، یہ اس کا تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۹۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

سوال بخد مت علماے اعلام وفضلاے کرام

جمہور اہل سنت کے نزدیک روافض اپنے مسلمہ عقائد کی بنیاد پر مسلمان ہیں یا کافر؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ مینو اتو جروا۔

الجواب وهو الموفق للصواب - روافض اکثر عقائد میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں، لہذا اسلام و کفر کی رو سے ان کا حکم بھی مختلف ہوگا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی رافضی ائمہ اہل بیت نبویہ (علیہم السلام والحدیث) کو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی پر فضیلت دیتا ہے تو جمہور اہل سنت کے مذہب پر وہ یقیناً کافر ہے، اس کی اقتداء میں نماز اور اس سے رشتہ مناکحت حرام محض ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت خیر الانام (علیہ الف الف تحیۃ والصلاۃ والسلام) کی جانب اس بات کی نسبت کو جائز رکھے کہ آپ نے (معاذ اللہ) تبلیغ اسلام میں سستی یا تقیہ سے کام لیا تو وہ بھی بہر حال کافر ہے۔ یوں ہی جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد اہل بیت پر نزول وحی کا اعتقاد رکھے وہ بھی کافر ہے، اسی طرح جو شخص قرآن کریم کو تحریف شدہ مانے اور یہ کہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کے بعد اپنی جانب سے قرآن کریم میں تحریف اور تبدیلی کر لی تھی وہ بھی کافر ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ضروریات دین کا منکر مطلقاً کافر ہے اور صرف کلمہ توحید و رسالت پڑھنے اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے آدمی مسلمانوں کے زمرے میں داخل نہیں ہو سکتا اگر وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر رہا ہے، روافض میں سے جو لوگ ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے ہاں البتہ دوسرے اصول عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں، مثلاً خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا انکار یا ان پیشوایان دین پر تبر اور لعن طعن کرنا وغیرہ تو ایسے لوگوں کے حکم کفر میں اختلاف ہے۔ بہت سے فقہانے ان پر حکم کفر لگایا ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں بلکہ مبتدع ہیں، محققین متکلمین نے یہی قول اختیار فرمایا ہے۔

روافض میں سے وہ لوگ جو جملہ اصول عقائد میں اہل سنت جماعت کے موافق ہیں بس

صرف چند مسائل فرعیہ میں اختلاف رکھتے ہیں، مثال کے طور پر یہ لوگ جناب مرتضوی کو قرب الہی اور کثرت ثواب میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل مانتے ہیں پس ایسے لوگ بالاجماع کافر نہیں ہیں، البتہ جمہور کی مخالفت کی وجہ سے خاطمی اور گناہگار ہیں، ان آخری دو قسموں کا حکم یہ ہے کہ منکرین خلافت خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں نماز اور ان سے مناکحت مکروہ تحریمی ہے اور بعض علماء نے احتیاطاً بطلان کا حکم بھی دیا ہے اور دوسرے والے شخص (یعنی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقرب رب اور کثرت ثواب میں افضل مانتا ہو) کی اقتداء میں نماز اور ان سے مناکحت مکروہ تنزیہی ہے۔ قاضی عیاض کی شفائی، ملا علی قاری اور ختاجی کی شروحات، حاشیہ شامی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

والعلم عند اللہ العلی الاکبر

کتبہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول الحسنی القادری البہائیونی

تصدیقات علماء بدایوں

الجواب صحیح: (۱) نور احمد بدایونی (۲) اعجاز احمد (۳) جمیل الدین بدایونی (۴) سدید الدین بدایونی (۵) فصیح الدین بدایونی (۶) محب احمد قادری (۷) فضل مجید فاروقی (۸) علی اسد بدایونی (۹) غلام غوث غوثی عباسی۔

تصدیقات علماء بریلی

الجواب صحیح	صحیح الجواب	الجواب صحیح	هو الصواب
محمد احسن صدیقی	احمد رضا خاں	محمد تقی علی خاں	محمد ہدایت علی عفی عنہ

تصدیق از مراد آباد

لہذا الجواب صحیح اس کی مؤیدہ عبارت ہے جو رد المحتار میں مرقوم ہے:

ولہذا یظهر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوہیۃ فی علی او ان
جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبۃ الصدیق او یقذف
السیدہ الصدیقۃ فهو کافر لمخالفة القواطع المعلومۃ من الدین
بالضرورة بخلاف ما اذا کان یفضل علیاً او یسب الصحابة فانه
مبتدع لا کافر۔

ترجمہ: اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اگر رافضی ان لوگوں میں سے ہے جو حضرت
علی کی الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں یا یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل
نے وحی لانے میں غلطی کر دی یا صدیق اکبر کی صحبت کے منکر ہوں یا
حضرت سیدہ عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگائیں ایسا شخص کافر ہے،
ضروریات دین کی مخالفت کی وجہ سے برخلاف اس کے کہ کوئی حضرت علی
کو افضل مانے یا صحابہ کو سب و شتم کرے تو وہ مبتدع ہے کافر نہیں۔

فقط محمد عالم علی مراد آبادی عفی عنہ

تصدیقات علماء رامپور

بلاشبہ وہ رافضی جو ضروریات دین کا منکر ہے وہ کافر ہے اور حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا منکر
بھی کافر ہے جیسا کہ ابن ہمام کی تحریر اور نور الانوار سے سمجھ میں آرہا ہے۔

فقط محمد ارشاد حسین مجددی عفی عنہ

دستخط: علاء الدین احمد احمدی، محی الدین محمد عبدالقادر احمدی، محمد عبدالقادر۔

تصدیقات علماء لکھنؤ

اصاب من اجاب فی الواقع جو روافض ضروریات دین کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں وہ فاسق ہیں، ابوشکور سالمی تمہید میں لکھتے ہیں:

کلام الروافض مختلف فبعضہ بکون کفر أو بعضہ لا، فلو قال ان علیاً کان الہاً نزل من السماء کفر، ولو قال ان النبوة کانت لعلی وجبریل اخطاء کفر، ومنہم من قال ان علیاً افضل من رسول اللہ ﷺ فهذا کله کفر، واما الذی یکون بدعة ولا یکون کفر فهو قولہم ان علیاً افضل من الشیخین ومنہم من قال یجب اللعن علی من خالف علیاً وھذا کله وما یشبه بدعة لیس بکفر لانه صادر عن نوابل۔

(ترجمہ:) رافضیوں کے اقوال مختلف ہیں، ان میں سے بعض کفر ہیں اور بعض نہیں، اگر کسی نے کہا کہ حضرت علی اللہ تھے آسمان سے نازل ہوئے تھے تو وہ کافر ہے، اگر کہا کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی حضرت جبریل نے غلطی کر دی تو وہ بھی کافر ہے۔ روافض میں سے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل ہیں تو یہ ساری باتیں کفر ہیں اور وہ اقوال جو بدعت ہیں کفر نہیں ہیں تو ان میں سے رافضیوں کا یہ قول کہ حضرت علی شیخین سے افضل ہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں جس شخص نے بھی علی کی مخالفت کی اس پر لعنت کرنا واجب ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری باتیں بدعت ہیں کفر نہیں کیونکہ یہ تاویل سے صادر ہیں۔

واللہ اعلم حررہ الراجی عفورہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

ہوالمصوب۔ صاحب بحر الرائق شرح كنز الدقائق فرماتے ہیں:

فاولي ما ذكره في باب البغاة ان هذا الفروع المنقولة في الفتاوى من التكفير لم تنقل عن الفقهاء اى المجتهدين وانما المنقولة عنهم عدم تكفير من كان من قبلتنا حتى لم يحكموا بتكفير الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين و اموالهم و سب اصحاب النبي ﷺ لكونه عن تاويل و شبهة ولا عبرة بغير المجتهدين و ذكر في المسائرة ان ظاهر قول الشافعى و ابي حنيفة انه لا يكفر احد منهم وان روى عن ابي حنيفة انه قال لجحيم اخرج عنى يا كافر حملاً على السبىة وهو مختار الرازى و ذكر فى شرحها للكمال ابن ابي شريف ان عدم تكفيرهم هو المنقول عن جمهور المتكلمين والفقهاء فان الشيخ ابا الحسن الاشعري قال فى كتاب مقالات الاسلاميين اختلف المسلمون بعد النبي ﷺ فى اشياء ضلل بعضهم بعضاً و تبرأ بعضهم عن بعض فصاروا فرقاً متبائنين الا ان الاسلام لجمعهم ويعمهم۔

بہتر وہ ہے جو انھوں نے باب البغاة میں ذکر کیا ہے کہ تکفیر کے سلسلہ میں فتاویٰ میں جو فروع منقول ہیں وہ فقہاء یعنی مجتہدین سے منقول نہیں ہیں بلکہ مجتہدین سے تو اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا منقول ہے، یہاں تک کہ ان مجتہدین نے ان خوارج پر بھی حکم کفر نہیں لگایا ہے جو مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور اصحاب نبی کو سب و شتم کرتے ہیں، (مجتہدین کے تکفیر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) یہ باتیں تاویل اور شبہہ کی بنیاد پر ہیں اور غیر مجتہدین کا اعتبار نہیں۔

مسائرہ میں ہے کہ امام شافعی اور ابو حنیفہ کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ اہل قبلہ

میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اگرچہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حنبل بن صفوان کو ”یا کافر“ کہہ کر مخاطب کیا تھا لیکن اس کو سب و شتم پر محمول کیا جاتا ہے اور یہی امام رازی کا مختار ہے۔

مسائرہ کی شرح میں کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا ہی جمہور متکلمین و فقہاء سے منقول ہے، اس لئے کہ شیخ ابوالحسن اشعری اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں کے درمیان بے شمار چیزوں میں اختلاف ہو گیا، بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا اور بعض نے بعض سے برأت ظاہر کی، تو یہ الگ الگ فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہاں مگر اسلام ان سب کو جامع اور عام ہے۔“

حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم علیہ الرحمۃ ”رسائل ارکان“ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم ان المبتدع الذی یصلی الی القبلة لم یحکم الائمة الاربعة بکفرهم وماروی عن الامام ابی حنیفة من قال بخلق القرآن فهو کافر فاطلاق الکافر من الکفران ای کافر النعمة لا من الکفر الذی هو مقابل الايمان لکن المبتدع الذی یحرز المصلی خلفه ثواب الجماعة لکن ینکره عند وجود غیر المبتدع مبتدع لم یصل بدعة إلی ان یصلی عند کونه اماماً للسنی بلانیة او یلعن فی الصلاة علیه او علی مقتداهم او یصلی بلا طهارة للتعنت او کان فی وضوئه و تغسله شبهة واما هذا المبتدع فلا یجوز الصلوة خلفه البتة وماروی عن الامامین ابی حنیفة و الشافعی فساد الصلوة خلف الشیعة فالمراد بالشیعة من کان دینهم السب وکان فی ادعیه الصلوة سب الصحابة الاخیار ولا یرون الامامة فی الصلوة جائزه ولا شک فی فساد الصلوة خلف هذه

الفئة من الشيعة واما الشيعة الذين يفضلون علياً على الشيخين ولا يطعنون فيها اصلاً كالتزية فيجوز خلفهم الصلوة لكن يكره كراهة شديدة۔

جاننا چاہیے کہ وہ مبتدع جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہوائے اربعہ نے اس کی تکفیر کا حکم نہیں دیا اور وہ جو امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے“ تو یہاں کافر کفران سے ہے یعنی وہ شخص نعمت کا ناشکر ہے، اس میں کافر اس کفر سے مشتق نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، رہا وہ مبتدع جس کے پیچھے نماز پڑھنے والا جماعت کا ثواب حاصل کرتا ہے، لیکن غیر مبتدع کی موجودگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ ایسا مبتدع ہے کہ اس کی بدعت اس حد تک نہ پہنچی ہو کہ جب وہ کسی سنی کا امام بنے تو بغیر نیت کے نماز پڑھا دے، یا نماز میں سنی پر یا اس کے مقتدی پر لعنت کرے، ضد میں بغیر طہارت کے نماز پڑھا دے، یا اس کے وضو یا غسل (کی صحت) میں شبہ ہو، کیونکہ ایسے مبتدع کی اقتداء میں بہر حال نماز جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی سے یہ جو مروی ہے کہ ”شیعہ کے پیچھے نماز فاسد ہے“ تو اس قول میں شیعہ سے وہ شیعہ مراد ہے کہ صحابہ پر سب و شتم کرنا جس کی عادت میں شامل ہو اور جن کی نماز کی دعاؤں میں صحابہ اخیار پر سب و شتم شامل ہو، اور امامت کو نماز میں جائز نہ سمجھتے ہوں، اس قسم کے شیعوں کے پیچھے نماز کے فاسد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، رہے وہ شیعہ جو صرف حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دیتے ہوں اور ان حضرات پر طعن نہ کرتے ہوں جیسے زید وغیرہ تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن مکروہ بکراہت شدیدہ ہے۔“

حضرت بحر العلوم شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

وازیں جہت کہ مستقل ذنب کافرست بعض متاخرین تکفیر امامیہ می کنند چه آنها سب شیخین حلال میدانند و نیز خلافت صدیق را کہ باجماع ثابت است انکار می کنند، و شیخ ابن حمام گفته در شرح ہدایہ در باب امامت کہ امام ابوحنیفہ و امام شافعی نماز پس آنها باطل میدانند و اگر کافر نبودندے نزد آن امامین نماز باطل نبودے چه نماز پس مبتدع صحیح است لیکن مکروہ، و صاحب بحر الرائق گفته کہ روایت از قدماء مروی نشدہ و ایں فقیر گوید کہ ظاہر قول صاحب بحر الرائق است، چه روافض امامیہ سب را حلال نمیدانند باقیام دلیل، و او شان دلیل را قائم نمی دانند بلکہ ماول اند و اجماع را مسلم نمی دانند و ماول کافر نمی شود چنانچہ بالا گزشتہ است و امامین ابوحنیفہ و شافعی تکفیر احدے از اہل قبلہ نمی کنند و او شان بکفر کس نمی گویند، مگر آن کہ دلیل قطعی باشد چوں ابو جہل و ابولہب و ابلیس و ابوطالب، و مراد امام از فاجر آن کس است کہ مومن یقینی باشد مع ہذا فسق کردہ باشند خواه در اصول چوں زید یہ و معتزلہ و خواه در فروع چوں حجاج و غیرہ پس شیعہ خارج شدند و نماز پس ایشان جائز نیست چه آنها مومن یقینی نیست اند، جا برابر ابن عبد اللہ کہ صحابی کامل است می فرمایند کہ شیعہ کافر اند پس عدم جواز نماز پس شیعہ بشبہ کفر است نہ برائے کفر حقیقی پس مندرفع شد استدلال ابن حمام بتکفیر شیعہ۔

”گناہ کو حلال جاننے والا کافر ہے اسی وجہ سے بعض متاخرین نے امامیہ کی تکفیر کی ہے، کیونکہ یہ لوگ سب شیخین کو حلال جانتے ہیں اور خلافت صدیق کا جو کہ اجماع سے ثابت ہے انکار کرتے ہیں، شرح ہدایہ کے باب امامت میں شیخ ابن حمام نے فرمایا ہے کہ: ”امام ابوحنیفہ اور امام شافعی امامیہ کے پیچھے نماز کو باطل قرار دیتے ہیں اگر یہ لوگ کافر نہ ہوتے تو ان

دونوں اماموں کے نزدیک ان کے پیچھے نماز باطل نہ ہوتی، اس لئے کہ مبتدع کے پیچھے نماز صحیح ہے مگر مکروہ ہے۔“ اور صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ ”اس بارے میں قدماء سے کوئی روایت مروی نہیں ہے۔“ یہ فقیر (یعنی بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی) کہتا ہے کہ صاحب بحر الرائق کا قول ظاہر ہے کیونکہ رد افاض امامیہ قیام دلیل کے ساتھ (سب و شتم کو) حلال نہیں جانتے اور یہ لوگ (سب و شتم کی حرمت پر) دلیل کو قائم ہی نہیں مانتے، بلکہ تاویل کرتے ہیں اور اجماع کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور تاویل کرنے والا کافر نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان گزر چکا اور دونوں امام ابو حنیفہ اور شافعی اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اور یہ کسی کے کفر کے بارے میں (اس وقت تک) کچھ نہیں کہتے جب تک کہ دلیل قطعی موجود نہ ہو جیسے کہ ابو جہل، ابولہب، ابلیس اور ابوطالب وغیرہ اور فاجر سے امام کی مراد ایسا شخص ہے جو مومن یقینی ہو اس کے ساتھ ساتھ فسق بھی کرتا ہو یہ فسق خواہ اصول عقائد میں ہو جیسے زید یہ اور معتزلہ خواہ فروع میں ہو جیسے حجاج وغیرہ پس شیعہ اس سے خارج ہو گئے اور ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ مومن یقینی نہیں ہیں۔ جابر بن عبد اللہ جو کامل صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ شیعہ کافر ہیں۔ لہذا شیعہ کے پیچھے نماز کا عدم جواز کفر کے شبہ کی وجہ سے ہے نہ کہ کفر حقیقی کی بنیاد پر، اس سے ابن ہمام کا استدلال مندرج ہو گیا جو انھوں نے شیعوں کی تکفیر کے بارے میں کیا تھا۔“

واللہ اعلم

حررہ ابوالاحیا محمد نعیم فرنگی محلی عفی عنہ

کتب معتبرہ کی عبارتیں

اب اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن کا حوالہ پہلے سوال کے جواب میں مذکور ہے، امام قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں:

وكذلك من دان بالوحدانية وصحت النبوة ونبوة نبينا عليه
الصلوة والسلام ولكن جوز على الانبياء الكذب فيما اتوا به
ادعى في ذلك المصلحة بزعمهم اولم يدعها فهو كافر
باجماع كالمفلسين وبعض الباطنية، والروافض.....
وكذلك من انكر القرآن او حرفاً منه او غير شيئاً منه او زاد فيه
كفعل الباطنية والاسماعيلية... وكذلك نقطع بتكفير غلاة
الرافضة في قولهم ان الانمى الفضل من الانبياء.

”اسی طرح جو شخص وحدانیت، نبوت کی صحت اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی نبوت کا اقرار کرے لیکن انبیاء علیہم السلام جو کچھ لائے ہیں اس
کے بارے میں ان پر جھوٹ کو جائز رکھے خواہ کسی مصلحت کے دعوے کے
ساتھ یا بغیر مصلحت کے تو وہ بالاجماع کافر ہے، جیسے فلاسفہ، بعض باطنیہ
اور روافض..... اور اسی طرح جو شخص قرآن کا انکار کرے یا اس کے
کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں کچھ تبدیلی کرے یا کچھ زیادہ کرے
جیسا کہ باطنیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ نے کیا..... اور اسی طرح ہم قطعی طور
پر غالی رافضیوں کی تکفیر کرتے ہیں ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ائمہ
انبیاء سے افضل ہیں۔“

قاضی عیاض شفاء میں مزید فرماتے ہیں:

وقد اجمع المسلمون ان القرآن المتلوف في جميع اقطار الارض
المكتوب في المصحف بايدي المسلمين مما جمعه الدفتان من
اول الحمد لله رب العالمين الى آخر قل اعوذ برب الناس انه كلام

اللہ تعالیٰ و وجہ المنزل علی نبیہ محمد ﷺ وان جمیع ما فیہ حق وان من نقص منه حرفاً قاصداً لذلك اوبدله بحرف آخر مکانہ اور زاد فیہ حرفاً مما لم یشمل علیہ المصحف الذی وقع علیہ الاجماع واجمع علی انہ لیس من القرآن عامداً لکل هذا انہ کافر ولہذا روی مالک قتل من سب عائشة بالغیرۃ لانہ خالف القرآن ومن خالف القرآن قتل لانہ کذب بما فیہ۔

ترجمہ: تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ قرآن جو تمام روئے زمین پر تلاوت کیا جاتا ہے، جو مصحف میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں لکھا ہوا موجود ہے، الحمد للہ رب العالمین کے شروع سے لے کر قل اعوذ برب الناس کے ختم تک اللہ کا کلام ہے اور اس کے نبی محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے اور اس میں جو کچھ بھی ہے سب حق ہے، جس شخص نے قصد اس کے کسی حرف میں کمی کی، یا اس کے کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا، یا اس میں کسی ایسے حرف کو زیادہ کر دیا کہ اس مصحف میں شامل نہیں ہے جس پر اجماع واقع ہوا ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ یہ (زیادہ کیا جانے والا) حرف قرآن میں سے نہیں ہے، تو قصد ایسا کرنے والا شخص کافر ہے اسی لیے امام مالک نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے کے قتل کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی اور جس نے قرآن کی مخالفت کی قتل کیا جائے گا، کیونکہ قرآن کی مخالفت اس میں وارد احکام کی تکذیب ہے۔“

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

من آیات دالة علی براءتها وانما اکتفی النبی ﷺ بحمد القذف علی قاذفیها لما صدر عنہم قبل براءة ساحتها فحینئذ لا وجہ

لتخصيص مالک فان اجماع العلماء على ذلك۔

ترجمہ: ”(یعنی یہ تکذیب) ان آیتوں کی ہے جو حضرت عائشہ کی برأت پر دلالت کر رہی ہیں، نبی کریم ﷺ نے آپ پر تہمت لگانے والے کو صرف حد زنف لگوائی (قتل نہیں کروایا) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہ تہمت اس وقت لگائی تھی جب آپ کی برأت نازل نہیں ہوئی تھی، لہذا (حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے کی سزا قتل ہے) اس کی تخصیص صرف امام مالک کے ساتھ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

شفا اور شرح شفا میں مزید ہے کہ:

وكذلك نكفر من اعترف من اصول الصحيحة... كاکثر الروافض القائلين بمشاركة علي في الرسالة للنبي ﷺ وبعده وكذلك كل امام عند هؤلاء يقوم مقامه في النبوة والحجة۔
ترجمہ: ”اسی طرح ہم ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو اصول صحیحہ کا اعتراف تو کرتا ہو (مگر ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو) جیسے اکثر روافض جو نبی کریم ﷺ کی رسالت میں حضرت علی کو شریک کرنے کے قائل ہیں، اسی طرح ان لوگوں کے نزدیک ان کے تمام ائمہ نبوت و حجت میں حضور ﷺ کے قائم مقام ہیں۔“

قاضی عیاض شفاء میں اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وسب آل نبی وازواجه واصحابه عليه السلام وتنقيصهم حرام... وقد اختلف العلماء في هذا في ساب الصحابة فمشهور مذهب مالک رحمه الله الموافق للجمهور..... وقال اي مالک ايضاً من شتم احد امن اصحاب النبي ﷺ ابابكر او عمر او عثمان او علياً او معاوية او عمرو بن العاص فان

قال كانوا على ضلال وكفر قتل وان شتم بغير هذا من مشاتمة الناس نكل نكالا شديداً۔

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ کی آل آپ کی ازواج اور آپ کے اصحاب کو سب و شتم کرنا اور ان کی تنقیص کرنا حرام ہے..... ایسے شخص (جس نے صحابہ کو سب و شتم کیا ہو) کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک کا مذہب جو جمہور کے موافق ہے مشہور ہے، امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے اصحاب نبی ﷺ میں سے کسی کو برا کہا مثلاً ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ تو اگر اس نے یہ کہا کہ یہ لوگ گمراہی یا کفر پر تھے تو وہ قتل کیا جائے گا اور اگر ایسے گالی گلوچ کی جیسے لوگوں سے کی جاتی ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔“

غنية المستملی شرح منية المصلی کے باب امامت میں فرمایا:

ويكره تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف مابه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً بخلاف ما يعتقد اهل السنة والجماعة وانما يجوز الاقتدار به مع الكراهة اذ لم يكن ما يعتقد يؤدى إلى الكفر عند اهل السنة اما لو كان مؤدياً إلى الكفر فلا يجوز اصلاً كالغلاة من الروافض الذين يدعون الألوهية لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنه او ان النبوة كانت له فغلط جبريل ونحو ذلك مما هو كفر وكذا من يقذف الصديقة او ينكر صحبة الصديق او خلافته وكالجهمية والقدرية والمشبهة القائلين بانه تعالى جسم كالأجسام ومن ينكر الشفاعة او الرؤية او عذاب القبر او الكرام

الكاتبين واما من يفضل علياً فحسب فهو من المبتدعة الذين يجوز الاقتداء بهم مع الكراهة وكذا من يقول انه تعالى جسم لا كالا جسام وم قال انه تعالى لا يرى لجلالته وعظمته، وروى محمد عن ابي يوسف وابي حنيفة ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا يجوز كانه بناء على ما عن ابي يوسف انه قال لا يجوز الاقتداء بالمتكلم وان تكلم بالحق، قال الهنداوى يجوز ان يكون مراده من يناظر فى دقائق علم الكلام وقال صاحب المجتبى يجوز ان يريد الذى قرره ابو حنيفة حين رأى ابنه حماد ان يناظر فى الكلام فهاه فقال رايك تناظر فيه فقال كنا نناظر وكان على رؤسنا الطير مخافة ان يزل صاحبنا وانتم تناظرون وتريدون زلة صاحبكم ومن اراد زلة صاحبه فقد اراد ان يكفر فهو قد كفر قبل صاحبه وهذا المتكلم لا يجوز الاقتداء به.

واعلم ان حكم بكفر من ذكرنا من اهل الاهواء ونحوهم مع ما ثبت عن ابي حنيفة والشافعى من عدم تكفير اهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله ان ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وان لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهداً فى طلب الحق لكن جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم لا يصح هذا الجمع الا ان يراد بعدم الجواز عدم الحل مع الصحة والافهم مشكل هكذا ذكره الشيخ كمال الدين ابن همام وعلى هذا يجب ان يحمل المنقول على ما عدا غلاة الروافض فان امثالهم لم يحصل منهم يذل وسع فى الاجتهاد فان القول بان علياً هو الاله او بان جبريل غلط ونحو

ذلک من السخف انما هو متبع محض لہو و اسواء حالاً ممن قال ما نعبدهم الا ليقربونا الى اللہ زلفی فلا یتائی من مثل الامامین ان یحکم بانہم من اکفر الکفرۃ وانما کلامہما فی مثل من لہ شبہۃ فیما ذہب الیہ وان کان ما ذہب الیہ عند التحقیق فی حد ذاتہ کفر اکمنکر الرؤیۃ وعذاب القبر ونحو ذلک فان فیہ انکار حکم النصوص المشہورۃ والاجماع إلا ان لہم شبہۃ قیاس الغائب علی الشاہد ونحو ذلک مما علم فی الکلام وکمنکر خلافتہ الشیخین والسب لہما فان فیہ انکار حکم الاجماع القطعی الا انہم ینکرون حجتہ الاجماع باتہامہم الصحابۃ لکان لہم فی الجملة وان کانت ظاہر البطلان بالنظر الی الدلیل فبسبب تلک الشبہۃ التی ادی الیہا اجتہادہم لم یحکم بکفرہم من ان معتقدہم کفر احتیاطاً بخلاف ما ذکرنا من الصلۃ فتامل۔

ترجمہ: اور نماز کے لئے مبتدع کو بھی آگے کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ عقیدے کے اعتبار سے فاسق ہے، یہ فاسق اس فاسق سے زیادہ شدید ہے جو عمل کے اعتبار سے فاسق ہو، اس لئے کہ فاسق عملی اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے، ڈرتا ہے اور استغفار کرتا ہے، برخلاف مبتدع کے، اور یہاں مبتدع سے ایسا شخص مراد ہے جو اہل سنت و جماعت کے مخالف عقیدہ رکھے، مبتدع کی اقتداء جائز ہے کراہت کے ساتھ اگر کوئی ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو جو اہل سنت کے نزدیک کفر تک پہنچانے والا ہو، رہا وہ مبتدع جو ایسا عقیدہ رکھتا ہو جو کفر تک پہنچانے والا ہو تو ایسے شخص کی اقتداء ہرگز جائز نہیں ہے جیسے غالی رافضی جو حضرت علی کے لیے الوہیت کا دعویٰ

کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ثبوت حضرت علی کے لئے تھی جبریل سے پہنچانے میں غلطی ہوئی اور اسی طرح کے کفریہ عقائد وغیرہ اور اسی طرح وہ شخص بھی جو حضرت عائشہ پر تہمت لگاتا ہو یا حضرت صدیق کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا آپ کی خلافت کا انکار کرتا ہو اور جیسا کہ جہمیہ اور قدریہ فرقے اور وہ مشبہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے عام جسموں کی طرح جسم ہونے کے قائل ہوں اور وہ شخص جو شفاعت، رویت باری، عذاب قبر اور کرامات کا تئین کا انکار کرے۔

رہا وہ شخص جو صرف حضرت علی کی تفضیل کا قائل ہے تو وہ ان مبتدعین میں سے ہے جن کے پیچھے کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے اور اسی طرح وہ شخص بھی جو یہ کہے کہ اللہ کا جسم ہے مگر عام جسموں کی طرح نہیں یا یہ کہے کہ اللہ کا دیدار ممکن نہیں ہے اس کی جلالت و عظمت کی وجہ سے۔

امام محمد نے قاضی ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ اہل ہواء و بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کی بنیاد اس روایت پر ہے جو ابو یوسف سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ متکلم کی اقتداء جائز نہیں۔ اگرچہ حق بات کہتا ہو۔ ہنداوی نے کہا کہ ممکن ہے اس سے ان کی مراد وہ متکلم ہو جو علم کلام کی باریکیوں میں بحث و مناظرہ کرتا پھرتا ہو، صاحب مجتہبی نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ان کی مراد ابو حنیفہ کا وہ قول ہو جو انھوں نے اس موقع پر فرمایا تھا جب اپنے بیٹے کو علم کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، تو آپ نے بیٹے کو منع فرمایا۔ بیٹے نے کہا کہ میں نے آپ کو بھی اس میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم مناظرہ کرتے تھے (اور اتنے سکون و اطمینان سے کرتے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور ہم ڈرتے تھے کہ ہمارا

مد مقابل لغزش نہ کر بیٹھے اور اب تم لوگ مناظرہ کرتے ہو اور (مناظرہ میں) یہ چاہتے ہو کہ تمہارا مقابل غلطی کرے، جس نے یہ چاہا کہ اس کا مقابل غلطی کرے گویا اس نے یہ چاہا کہ اس کا مقابل کفر کرے، تو وہ اپنے مقابل سے پہلے کافر ہو گیا اور یہی وہ متکلم ہے جس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

جاننا چاہیے کہ جن اہل اہواء و بدعت کا ہم نے ذکر کیا ان پر حکم کفر لگانا جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی سے ثابت ہے کہ اہل قبل کی تکفیر نہیں کی جائے گی (تو یہ حکم کفر) اس بات پر محمول ہے کہ وہ نفس اعتقاد کفر ہے، تو اس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے جو کفر ہے۔ اگرچہ اس کی تکفیر اس بنیاد پر نہیں کی جائے گی کہ اس کا یہ قول طلب حق کی کوشش کرتے ہوئے اپنی استطاعت کو کشادہ کرنے کی وجہ سے ہے، لیکن ان کا اس بات پر جزم کرنا کہ ایسے بدعتیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، یہ درست نہیں ہے ہاں اگر عدم جواز سے مراد یہ لیا جائے کہ نماز درست ہونے کے باوجود حلال نہیں ہے (اگر یہ مراد نہ لیا جائے تو) یہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔ شیخ کمال الدین ابن ہمام نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

اس بنیاد پر ضروری ہے کہ منقول کو محمول کیا جائے غالی رافضیوں کے علاوہ پر، اس لیے کہ یہ ادران کی طرح کے دوسرے لوگوں نے حق کی تلاش میں جدوجہد اور کوشش نہیں کی کیونکہ حضرت علی کو اللہ ماننا یا پھر وحی لانے میں جبریل کے غلطی ہونے کی بات کہنا وغیرہ یہ سب محض نفس و اہواء کی بنیاد پر ہے، یہ لوگ ان لوگوں سے برے حال میں ہیں جو یہ کہتے ہیں ما بعدہم الا لیقربونا الی اللہ ذلّٰفی تو ان دونوں اماموں (یعنی ابو حنیفہ اور شافعی) سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے لوگوں کو کافر نہ کہیں بلکہ ان دونوں

حضرات کا کلام ان لوگوں کے بارے میں ہے جس کے اختیار کردہ موقف میں شبہ ہو۔ اگرچہ عند تحقیق ثابت ہو جائے کہ ان کا موقف فی نفسہ کفر ہے جیسا کہ رویت باری تعالیٰ، عذاب قبر وغیرہ کا منکر، چونکہ اس میں نصوص مشہورہ کے حکم اور اجماع کا انکار ہے مگر یہ کہ اس معاملہ میں ان کے شبہات ہیں کہ انھوں نے غائب کو حاضر پر قیاس کر لیا ہے اور جیسے شیخین کی خلافت کا منکر، کیونکہ اس میں اجماع قطعی کے حکم کا انکار ہے مگر یہ کہ وہ لوگ اجماع کے حجت ہونے کا انکار کرتے ہیں صحابہ پر اتہام کرنے کی وجہ سے، لہذا فی الجملہ ان کے لئے ایک شبہ ہے جو اگرچہ دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر البطلان ہے۔ تو وہ شبہ جس کی طرف ان کو ان کا اجتہاد لے گیا ہے اس کی وجہ سے احتیاطاً ان کی تکفیر کا حکم نہ دیا جائے گا، اگرچہ ان کا معتقد کفر ہو، برخلاف ان کی اقتداء کے حکم کے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

فتاویٰ عالمگیری میں فرمایا:

قال المرغنانی يجوز الصلاة خلف صاحب هوى و بدعة ولا يجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن وحاصله ان كان هولا يكفر صاحبه يجوز الصلوة خلفه مع الكراهية والافلا هكذا في التبيين والخلاصة وهو الصحيح هكذا في البدائع۔

ترجمہ: مرغنانی نے کہا کہ صاحب بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے مگر رافضی، جہمی، قدری، مشبہ اور خلق قرآن کے قائل کے پیچھے جائز نہیں ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ بدعت ایسی ہو کہ جس کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کے پیچھے کراہیت کے ساتھ نماز جائز ہے ورنہ نہیں، یہی تبيين

الحقائق اور خلاصہ میں بھی ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

والجمع بین قولہم لا نکفر احدا من اهل القبلة وقولہم یکفر من
قال بخلق القرآن واستحالة الرؤية اوسب الشیخین او لعنہما
وامثال ذلك مشکل کما قال شارح العقائد وكذا قال شارح
المواقف ان جمهور المتکلمین والفقهاء علی انه لا یکفر احدا
من اهل القبلة وقد ذکر فی کتب الفتاوی ان سب الشیخین کفر
وکذا انکار اما متہما کفر ولا شک ان امثال هذه المسئلة
مقبولة بین جمهور المسلمین فالجمع بین القولین المذكورین
مشکل۔ ووجه الاشکال عدم المطابقة بین المسائل الفرعية
والدلائل الاصولية التي من جملتها اتفاق المتکلمین علی عدم
تکفیر اهل القبلة المحمدية ويدفع الاشکال بان نقل کتب
الفتاوی مع جهالة قائله وعدم اظهار دلائله ليس بحجة من ناقله
اذ مدار الاعتقاد فی المسائل الدينية علی الأدلة القطعية علی ان
فی تکفیر المسلم قد یترتب مفسد جليلة وخفية فلا یفید قول
بعضهم انما ذکره بناء علی الامور التهديدية والتغلیطية ولا
یخفی انه یمکن ان یقال فی رفع الاشکال ان جزمهم ببطلان
الصلاة خلفهم احتیاطاً لا یستلزم جزمهم بکفرهم الا ترى انهم
جزموا ببطلان الصلاة مستقبلة الی الحجر احتیاطاً مع عدم
جزمهم انه ليس من البيت بل حکموا بموجب ظنهم فيه انه منه
فاوجبوا الطواف من ورائه ثم اعلم ان المراد باهل القبلة الذين
اتفقوا علی ما هو من ضروریات الدین کحدوث العالم

وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالیٰ بالکلیات والجزئیات وما اشبه
 ذلك من المسائل المهمات فمن واظب طول عمره على
 الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی
 علمه سبحانه بالجزئیات لا يكون من اهل القبلة وان المراد بعدم
 تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر مالم يوجد
 شیء من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر عنه شیء من موجباته۔

ترجمہ: ”علماء کے قول ”ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے“ اور ان
 کے اس قول کہ ”جو قرآن کو مخلوق کہے یا رویت باری کو محال کہے یا شیخین کو
 سب و شتم اور لعنت کرے وہ کافر ہے“ اور اسی قسم کے دوسرے اقوال کے
 درمیان جمع و تطبیق مشکل ہے، جیسا کہ شارح عقائد نے فرمایا ہے۔ اسی
 طرح شارح مواقف فرماتے ہیں کہ جمہور متکلمین و فقہانے فرمایا کہ اہل
 قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ کتب فتاویٰ میں
 یہ بھی مذکور ہے کہ سب شیخین کافر ہے اسی طرح ان کی امامت و خلافت کا
 انکار کفر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے مسائل کی امثال عام
 مسلمانوں کے درمیان مقبول ہیں۔ تو اب ان دونوں اقوال کے درمیان
 جمع و تطبیق مشکل ہے۔

اس اشکال کی وجہ یہ ہے مسائل فروعیہ اور دلائل اصولیہ کے درمیان
 مطابقت نہیں ہو پا رہی ہے، و لائل اصولیہ ہی سے یہ بات بھی ہے کہ عدم
 تکفیر اہل قبلہ پر متکلمین کا اتفاق ہے اور یہ اشکال اس طرح دفع کیا گیا ہے
 کہ کتب فتاویٰ کی نقل قائل کے مجہول ہونے اور اس کے دلائل ظاہر نہ
 ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسائل دینیہ میں ادلہ قطعیہ
 پر دار و مدار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مسلمان کی تکفیر کرنے میں بہت سے ظاہر

اور پوشیدہ مفاسد مرتب ہوتے ہیں، یہاں پر بعض حضرات کا یہ کہنا مفید نہ ہوگا کہ (فقہانے کتب فتاویٰ میں) ان کی تکفیر صرف تہدید و تغلیظ کے طور پر فرمائی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اشکال رفع کرنے کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے احتیاطاً نماز کے فساد کا جزم کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کی تکفیر کا بھی جزم کر لیا جائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقہانے احتیاطاً اس شخص کی نماز کے فساد کا جزم کیا ہے جو حجر اسود کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، اس کے باوجود انھوں نے اس کا جزم نہیں کیا کہ حجر اسود بیت اللہ میں سے نہیں ہے، بلکہ اپنے ظن غالب کے مطابق انھوں نے حکم لگایا ہے کہ حجر اسود بیت اللہ کا حصہ ہے، لہذا انھوں نے اس کے سامنے سے طواف کو واجب قرار دیا ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں مثلاً عالم کا حادث ہونا، جسموں کا حشر اور اللہ تعالیٰ کے تمام کلیات و جزئیات کے جاننے کا اعتقاد اور اسی قسم کے دیگر ضروری مسائل۔ جو شخص پوری زندگی طاعت و عبادت میں گزار دے مگر ساتھ ہی عالم کے قدیم ہونے یا اجسام کے حشر نہ ہونے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات نہ جاننے کا اعتقاد رکھے وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک کفر کی نشانیوں اور علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور موجبات کفر میں سے کوئی بات ان سے صادر نہ ہو۔“

الحمد لله تعالى على ختم الكتاب والله تعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔

تعزیه داری کے متعلق فتویٰ

سوال: ماہ محرم میں افعال خیر اور ان کا ثواب کربلا معلیٰ کے شہدا کرام علیہم السلام کی ارواح کو بخشنا کیا حکم رکھتا ہے؟ جیسا کہ ملک ہندوستان میں رائج ہے۔ بینواؤ تو جروا۔

الجواب: افعال خیر کے نام پر ہندوستان میں جو چیزیں رائج ہیں وہ دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ امور خیر کہ واقعی جن کا مطلقاً خیر ہونا شرع شریف سے ثابت ہے اور ماہ محرم میں ایصالِ ثواب کی نیت سے کیے جاتے ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ امور خیر مثلاً ختم قرآن شریف، محبوبانِ حق سبحانہ کے صحیح حالات کا ذکر کرنا، مساکین پر صدقہ کرنا اور تمام مسلمین کو ہدایا اور تحفے دینا ان (سارے کاموں) کا خیر اور نیکی ہونا مطلقاً نصوصِ دین سے ثابت ہے، یہ کام کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ کیے جائیں موجبِ ثواب و برکت ہیں اور ان کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو بخشا درست ہے اور

(ایسا کرنا) نفع و فائدہ کا سبب ہے۔ لہذا محرم الحرام میں ایام شہادت جناب امام حسین کی مناسبت اور تعلق سے اس قسم کے کار خیر کرنا شرعاً موجب خیر و برکت ہے اور ایصالِ ثواب کے ارادے سے یہ امور خیر انجام دینا نہایت مناسب اور موجب ثواب ہے۔

دوسرے فرضی نیک کام کہ جن کو اہل ہند نے نیک کام گمان کر لیا ہے اور درحقیقت قواعد شرعیہ کی رو سے ان کا نیک ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ ان کا برا ہونا شریعت سے ثابت ہے پس ایسے کاموں کو کرنا موجب گناہ ہے اور ان کی نسبت جناب امام ہمام (حسین) علیہ السلام کی طرف کرنے سے شریعت کا حکم تبدیل نہ ہوگا۔

انہیں کاموں میں سے ایک کام تعزیہ داری بھی ہے کہ لکڑی اور کاغذ وغیرہ سے تعزیہ تیار کیا جاتا ہے اور اس کو امام ہمام (حسین) کا روضہ قرار دے کر بازار اور گلی کوچوں میں گشت کرایا جاتا ہے اور جنگل میں لے جا کر اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، دراصل اتنا ہی تعزیہ داری کی حقیقت و ماہیت ہے، باقی اس میں دوسری چیزیں مثلاً تصاویر وغیرہ اس کے زوائد و عوارض ہیں، اس سے قطع نظر کہ ان زوائد و عوارض سے گناہ صغیرہ و کبیرہ لازم آرہے ہیں صرف تعزیہ داری اور اس کو کارِ ثواب سمجھنا بھی قواعد شرعیہ اور ضوابط دینیہ سے واضح مخالفت رکھتا ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ اس میں اسراف بے جا اور مال کی فضول خرچی ہے جو گناہ و وبال کا موجب ہے، اس کے لئے آیت کریمہ ان المبلدین کانوا اخوان الشیاطین (بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں) کافی ہے۔ کاش کہ وہ مال جو ایصالِ ثواب کی نیت سے تعزیہ داری میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں اس کا دسواں حصہ بھی اگر (ضرورت مند) سادات کرام کی خدمت میں نذر کر دیتے تو حق سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے محبوبوں کی خوشنودی کا سبب ہوتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ہر روز یا ہر سال جناب رسالت مآب ﷺ کے ایصالِ ثواب کے خیال سے درہم و دینار یا کاغذ اور لکڑی وغیرہ زمین میں دفن کر دے، یا کنوئیں اور دریا میں ڈال دے اور اس کام کو باعثِ ثواب سمجھے، کوئی بھی عقل مند اس حرکت کو جائز نہیں سمجھے گا۔

(تعزیہ داری کے ناجائز ہونے کی) دوسری وجہ یہ ہے کہ من گڑھت چیز کو حضرت امام حسین

کی طرف منسوب کر کے اپنے وہم و گمان میں یہ سمجھ لینا کہ یہ بعینہ وہی چیز ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا یہ شریعت سے موافقت نہیں رکھتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے گھر کو خانہ کعبہ قرار دے یا اس کو حضور ﷺ کا روضہ مقدسہ قرار دے یا کوئی کنواں کھود کر اس کو کوثر و زمزم کہے وغیرہ پس کسی چیز کو ایسے ہی زبان سے کچھ قرار دے کر اس کی تعظیم کرنا یہ اپنے وہم و گمان کی پیروی ہے بلکہ اپنی جانب سے شریعت ایجاد کرنا ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ کوئی تعزیہ اس روضہ مقدسہ کی بالکل صحیح مثال ہو جس کو ایران کے رافضی سلاطین نے اپنے عہد میں توڑ کر درست کر کے بنایا تھا، لہذا (تعزیہ کے ہو بہو ویسا ہی ہونے کی بنیاد پر) اس کو فرضی اور من گھڑت نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ آپ نے امر دوم کے بیان میں (فرضی اور من گھڑت ہونے کی بنیاد پر) تعزیہ داری کے عدم جواز کا حکم لگایا ہے اور ساتھ ہی اس میں برکت حاصل کرنے کا بھی عقیدہ نہ ہو (تو پھر تو یہ تعزیہ جائز ہونا چاہیے؟)

اس کا جواب چند وجوہ سے ہے:

۱۔ ان مذکورہ سلاطین کے بنائے ہوئے درود یوار کے نقشہ کا باعث برکت ہونا از روئے شرع کوئی صورت نہیں رکھتا۔

۲۔ اس قسم کے نقشے بنانے میں مال خرچ کرنا فضول خرچی سے خالی نہیں ہے۔

۳۔ اور ان سب باتوں سے قطع نظر بغیر میت کے قبریں بنانا جیسا کہ تعزیہ میں لکڑی وغیرہ کی بنائی جاتی ہیں شرعاً ممنوع ہے۔

۴۔ اور بالفرض اگر تعزیہ ان تمام ممنوعات سے خالی بھی ہو تب بھی کوئی ایسا کام جو مستند فقہاء اور معتمد محدثین سے منقول نہ ہو بلکہ فاسقوں اور جاہلوں نے بلا دلائل شرعیہ ایجاد کر لیا ہو وہ بدعت سیئہ میں داخل ہے، لہذا ایسا کام کرنا گناہ اور اس کو جائز سمجھنے والا بد مذہب اور گناہگار ہے۔ رہے وہابی نجدی اور اسماعیلی فرقے کے لوگ جو صرف تعزیہ بنانے والوں اور دیکھنے والوں پر مشرک ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں یہ محض ان کی جہالت و گمراہی ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرتے ہوئے یہ مسئلہ پیش کرے کہ حرام کو حلال قرار دینا اور معصیت کو

مباح کرنا کفر ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ کسی خاص فعل کا نصوص قطعیہ سے حرام اور معصیت ہونا ثابت ہو اور وہ ضروریات دین میں داخل ہو اور یہ معاملہ یہاں مفقود ہے لہذا تعزیہ داری پر حکم کفر لگانا مردود ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول حنفی قادری بدایونی کان اللہ لہما



مجلس مرثیہ خوانی کے متعلق فتویٰ

سوال: جناب سید الشہداء ریحان رسول الثقلین حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کے ذکر شہادت کی مجلس منعقد کرنا جیسا کہ ماہ محرم میں ہندستان میں رائج ہے از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: مجالس ذکر شہادت کا رواج ان شہروں میں کئی طرح کا ہے اور ہر قسم شریعت مطہرہ کے مطابق الگ الگ حکم رکھتی ہے۔

پہلی قسم۔ اس قسم کی مجالس کا رواج بہت اقل قلیل ہے۔ یہ مجلس وہ ہے جس میں معتمد محدثین کی کتابوں سے صحیح اور معتمد روایات ہوں ان روایات میں سے کچھ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے رسالہ ”سراشہاد قین“ میں مذکور ہیں۔ یہ روایات معتمدہ اجر جزیل اور صبر جمیل کے حصول کی نیت

سے نثر میں وعظ کے طور پر یا نظم میں بغیر مروجہ غناء پڑھی جائیں اور ان روایات صحیحہ میں سے بھی ایسے الفاظ ساقط کر دیئے جائیں جو عوام کی نظر میں سوء ادب کا وہم پیدا کریں، نو حہ گری اور سینہ کو بی وغیرہ جو امور ممنوعہ ہیں اس مجلس میں نہ ہوں تو ایسی مجلس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کی مجالس رب الارباب کی رحمت نازل ہونے کا سبب، بے حساب اجر کا باعث اور محل ثواب ہے۔ لیکن اس قسم کی محافل کا انعقاد سوائے چند مقامات کے میں نے نہیں سنا۔

دوسری قسم - مرثیہ خوانی کی مجلس آراستہ کی جائے اور اس میں اس قسم کے مرثیہ پڑھے جائیں جن میں اعیاء کرام یا ملائکہ عظام علیہم السلام کی بے ادبی و اہانت ہو یا غیر نبی کی نبی پر فضیلت لازم آرہی ہو، جیسا کہ اکثر مروجہ مرثیوں میں حضرت جبریل یا حضرت سلیمان یا حضرت موسیٰ یا حضرت یوسف یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ہتک و توہین ہوتی ہے۔

اس قسم کی مجالس کا حکم یہ ہے کہ ایسی مجلس منعقد کرنے اس میں حاضر ہونے اور ان کفریہ کلمات کو سننے سے کفر لازم آتا ہے اور اگر ان کلمات کفریہ پر اصرار اور ان کا التزام ہو تو یقیناً آدمی کافر ہو جائے گا۔

تیسری قسم - مرثیہ خوانی کی مجلس آراستہ کی جائے اور اس میں ایسے مرثیہ پڑھے جائیں جو روافض کے تصنیف کردہ ہوں جو کہ اپنے مذہب کی وہی روایتوں کی بنیاد پر نظم کرتے ہیں اور اکثر ان میں اشارہ و کنایہ سے سخت تبرا ہوتا ہے اور جو عقائد اہل سنت کی مخالفت سے ہرگز خالی نہیں ہوتے۔ اس قسم کی مجالس کا حکم یہ ہے کہ ایسے مرثیے پڑھنے والا، سننے والا اور ایسی مجالس منعقد کرنے والا اہل سنت سے خارج اور روافض میں داخل ہے۔

چوتھی قسم - ایسے مرثیے جن میں جالوں کی جھوٹی اور من گھڑت روایتیں ہوں گو کہ عقائد اہل سنت کے صراحۃً مخالف نہ ہوں، ایسی مجالس کا حکم یہ ہے کہ بلاشبہ ایسی مجالس منعقد کرنا اور ایسے مرثیہ سننا موجب گناہ ہے، نو حہ کرنا، سینہ پیٹنا اور کالے کپڑے پہننا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

پانچویں قسم - علماء اہل سنت کی معتمد کتب سے صحیح روایات پر مشتمل مرااثی مروجہ غناء کے طور

پر پڑھنا، یہ قسم مختلف فیہ ہے اولاً تو اس لئے کہ غناء کے جواز و عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، دوسری یہ کہ اس قسم کی مجالس میں ردائض کے خاص شعار سے مشابہت ہے، لہذا اس قسم کی مجلس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر الحقیر

عبدالقادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول حنفی قادری بدایونی کان اللہ بہما





تکمیلہ رد و افاض

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله العزيز العلام ولي الانعام واكمل الصلوة وافضل السلام على
سيد الانام سيدنا و مولانا محمد بن الذي هو للانبياء ختام وعلى آله العظام واصحابه
الكرام واولياء امته الى يوم القيام،

اما بعد۔

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس سے قبل
میں نے علماء اعلام کی خدمت میں روافض سے نکاح اور نماز میں ان کی اقتداء کے بارے میں
ایک استفتاء کیا تھا، چونکہ علماء کے جوابات میں روافض کے بعض عقائد کے بارے میں حکم کفر اور
بعض عقائد کے بارے میں حکم فسق تحریر کیا گیا تھا، نیز یہ کہ روافض کے فرقوں کے درمیان عقائد
کے سلسلہ میں اختلاف درجہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے لہذا دور حاضر کے ایک شیعہ مجتہد اور ان کے متبعین
کے عقائد جاننے کے لئے میں نے ایک سوال نامہ مرتب کیا، ان سے ان سوالوں کے جواب
حاصل کیے، پھر ان سوال و جواب کو علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور ان تمام سوالات و
جواب کو جمع کر کے ایک رسالہ کی شکل دی، اللہ تعالیٰ تمام اہل سنت کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا
فرمائے واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

اس رسالہ کا نام ”کھلمہ در روافض“ رکھتا ہوں، ناظرین کرام سے امید کرتا ہوں کہ مجھ فقیر
کو دعاء خیر میں یاد رکھیں گے وباللہ التوفیق وعلیہ التکلیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم۔

سوال (۱): قذف عائشہ صحیح ہے یا عائشہ قذف سے بری تھیں، جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں اور ان کی برأت کے لئے دلیل میں قرآنی آیات لے کر آتے ہیں، غرض کہ ان کا حال کیا تھا؟

جواب: چند وجوہ سے قذف عائشہ صحیح نہیں ہے، پہلی تو یہ کہ قذف فی نفسہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کے واسطے شارع کی جانب سے ایک سزا مقرر ہے، قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَا يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَالْمُذَلِّمُونَ
ثَمَانِينَ جَلْدَةً (۱)

اور جو لوگ پاک باز عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں
تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ۔

دوسری وجہ یہ کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ایسے کام کا ارتکاب کرنا جو قذف کا موجب ہو ہرگز ثابت نہیں۔

تیسری یہ کہ بغیر ثبوت قطعی کے مومنین و مومنات میں سے کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنا اہل ایمان کے شایان شان نہیں ہے چہ جائے کہ نبی کریم (ﷺ) کی ازواج میں سے کسی کی طرف اس کی نسبت کرنا جو یقیناً جناب رسالت مآب (ﷺ) کے آداب کے خلاف ہے۔

عائشہ..... (۲) پر تہمت لگانا ناجائز ہے اور لگانے والا گنہ گار اور شرعی سزا کا مستحق ہے، جیسا کہ جناب غفران مآب اعلیٰ اللہ مقامہ نے ”تکفیر المکفرین“ میں ارشاد فرمایا ہے، ہاں باتفاق امامیہ (شیعہ) عائشہ..... (۳) تھی، جیسا کہ رسول خدا (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: یا علی حربک حربی و سلمک سلمی (اے علی تمہارا جنگ کرنا میرا جنگ کرنا ہے اور تمہارا جنگ بندی کرنا میرا جنگ بندی کرنا ہے) اور یہ بات ظاہر ہے کہ عائشہ نے جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی تھی، مقدمات کو ترتیب دینے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عائشہ نے رسول خدا کے ساتھ جنگ کی اور واضح ہے کہ رسول خدا (ﷺ) سے جنگ کرنے والا یقیناً

۱۔ سورہ نور: ۴

۲۔ اس جگہ تہرا کے تحت الفاظ تھے اس لئے سفیدی چھوڑ دی گئی (سید حسین حیدر)

۳۔ ایضاً

..... (۱) ہے، نیز یہ کہ عائشہ نے جناب امیر علیہ السلام پر جو کہ باتفاق فریقین اولی الامر

میں سے تھے خروج کیا ہے، حالانکہ ازواج نبی (ﷺ) کی نسبت خدا نے فرمایا

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى۔ (۲)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اگلی جاہلیت کی سی بے پردگی کر کے بے پردہ نہ پھرو۔

اور (عائشہ نے) امیر علیہ السلام سے اپنی عداوت ظاہر کر دی حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اطيعُوا اللَّهَ واطيعُوا الرَّسُولَ وَاُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ (۳)

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

اسی طرح اور دوسری وجوہات بھی ہیں، اس مختصر جواب میں جن کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے واللہ اعلم۔

سوال (۲): اہل بیت نبوی صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ بالخصوص مولانا و مقتدانا حضرت امیر المؤمنین امام المسلمین خلیفہ بلا فصل یعنی شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کا مرتبہ تمام انبیاء سے سوائے حضرت سرور کائنات ختم المرسلین علیہ الف تحیۃ والثناء افضل ہے یا نہیں؟

جواب: یقیناً ائمہ ہدای (علیہم التحیۃ والثناء) کے مراتب تمام انبیاء بلکہ اولوالعزم رسولوں سے بھی زیادہ ہیں سوائے حضرت خاتم المرسلین (صلوٰۃ اللہ علیہ) اور جناب امیر علیہ السلام کا رتبہ بھی افضل و اعلیٰ ہے جیسا کہ آپ کی سیرت اور خصائص کی طرف مراجعت کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اور آنحضرت (ﷺ) اور دیگر انبیاء کے کلمات جو آپ کے بارے میں ہیں ان سے پتا چلتا ہے اور بے شمار آیات و روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں، مثال کے طور پر جناب رسول خدا (ﷺ) نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنا ”نفس“ فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول

۱۔ اس جگہ تبرک کے تحت الفاظ تھے اس لئے سفیدی چھوڑ دی گئی (سید حسین حیدر)

سے ظاہر ہے:

تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ولنساءنا ولنساءکم وانفسنا
وانفسکم۔ (۱)

ترجمہ: آؤ! ہم اپنے اور تم اپنے لڑکوں کو بلائیں اور اپنی اپنی لڑکیوں کو بھی
بلائیں اور خود ہم اور تم بھی جمع ہو جائیں۔

فریقین (یعنی سنی و شیعہ) کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے کہ مباہلہ کے دن امیر علیہ
السلام جناب رسول خدا (ﷺ) کی جگہ پر تھے اور عقل سلیم اور فہم مستقیم پر یہ بات پوشیدہ نہیں
ہے کہ جناب رسول خدا (ﷺ) تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ (اب جبکہ امیر علیہ السلام حضور
اکرم ﷺ کی جگہ پر ہیں تو) قیاس مساوات کا تقاضا ہے کہ حضرت امیر کی فضیلت تمام انبیاء پر
ثابت ہو، چہ جائے کہ مساوات، ہاں جناب ولایت مآب (حضرت علی) کی فضیلت یا مساوات
من کل الوجوہ حضرت رسالت مآب (ﷺ) سے کفر ہے، ورنہ فرع کی فضیلت یا مساوات
اصل کے ساتھ لازم آئے گی اور کسی عقل مند کی عقل اس کو جائز نہ رکھے گی۔

سوال (۳): رسول خدا (ﷺ) سے تقیہ کا واقع ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ اور تقیہ کا معنی کیا ہے؟
جواب: تقیہ کا معنی یہ ہے کہ مواضع مستثنیٰ کے علاوہ اعداء دین کے ضرر سے اپنے نفس کی حفاظت
کرنا۔ تقیہ کا وجوب ضروریات مذہب میں سے ہے اور قرآن مجید کی نص سے اس کا ترک کرنا منع
ہے اور جناب رسالت مآب (ﷺ) کا تقیہ کرنا کئی مقامات پر ثابت ہے جیسا کہ غار کے احوال
مشہور ہیں بلکہ مہر نیم روز سے زائد روشن ہیں۔

سوال (۴): ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین پر صحائف کا نازل ہونا کس طور پر ہے آیا
بطریق الہام ہے یا بطریق وحی انبیاء وحی ہے؟

جواب: وہ صحیفے اور کلمات جو ان حضرات سے ثابت ہیں وہ یا تو الہام کی مثل تھے یا پھر
بالواسطہ رب علام کی وحی کی جانب مستند تھے، چونکہ یہ حضرات عصمت کی وجہ سے نفسانیت اور

کلام خطا سے مبرا تھے، اور ان حضرات کے کلمات حق سمات وحی یا الہام کی جانب منسوب تھے، یہ وحی ربانی کا خلاصہ یا کتب ربانیہ کی شرح تھے، لہذا بطور مجاز ان کلمات کی نسبت خدا کی طرف کرنا جائز و درست ہے۔

سوال (۵): مسئلہ بدأ صحیح ہے یا نہیں؟ اور بدأ کا معنی کیا ہے؟

جواب: بدأ کا اصطلاحی معنی بمقتضاء مصلحت علم خدا میں تغیر و تبدیلی ہونا ہے نہ کہ پشیمانی کے طور پر جیسا کہ مثلاً زید کی عمر علم الہی میں ۴۰ سال ہے اب صلہ رحمی اور نیکی کی وجہ سے یہ مقدار عمر محو کر کے اس کی جگہ ۵۰ سال عمر لکھ دی گئی اور یہ تبدیلی اس علم کے ساتھ مخصوص ہے جو لوح محو و اثبات میں درج ہے، اور علم لوح محفوظ اس قسم کے تغیرات سے محفوظ ہے، اس اجمال کی تفصیل کتب مبسوطہ مثلاً حق الیقین اور حدیقہ سلطانیہ وغیرہ میں دیکھنا چاہیے۔

سوال (۶): رسول علیہ السلام کے ساتھ غار ثور میں ابو بکر کی صحبت صحیح ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مخالفین اس آیت سے ثابت کرتے ہیں:

ثَانِيَانِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔ (۱)

اس آیت کا معنی کیا ہے؟

جواب: اس آیت کی روشنی میں یار غار کی ہمراہی تسلیم ہے لیکن اس سے کسی قسم کی فضیلت کا اثبات ہونا تسلیم نہیں ہے ورنہ دعویٰ کرنے والے کے اوپر دلیل لانا لازم، اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پاس اس امر پر کوئی دلیل نہیں ہے اور شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے:

(۲).....

سوال (۷): عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن میں کسی بھی طریقے سے تحریف و نقصان واقع ہوا ہے یا نہیں؟ مثلاً اعراب و کلمات میں تغیر یا آیات میں تغیر یا ان آیتوں اور سورتوں کا اخراج جو مدائح مرتضوی یا دیگر اہل بیت نبویہ کی شان میں تھیں اور ترتیب میں مخالفت وغیرہ واقع ہوئی ہے یا

۱۔ التوبہ: ۴۰

۲۔ اس شعر میں صدیق اکبر کی شان میں تبراتھا اس لئے بیاض چھوڑ دیا گیا (سید حسین حیدر)

نہیں؟ اگر ہاں تو قرآن شریف کو ناقص کہا جاسکتا ہے یا کامل؟

جواب: قرآن کو جمع کرنے والے بلکہ قرآن کو جلانے والے اور اس میں تحریف کرنے والے کی جانب سے قرآن کریم کے نظم یعنی ترتیب آیات وغیرہ میں تحریف ہونا فریقین کے مفسرین کے کلام کی روشنی میں ایسا ثابت ہے کہ بیان سے مستغنی ہے۔ اسی طرح اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد بعض آیات میں کمی کئے جانے کے سلسلہ میں بہت سے قرائن اور بے شمار آثار و روایات موجود ہیں، جیسا کہ سیوطی کی درمنثور میں ہے کہ آیت کریمہ: **كُفِيَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالُ**۔ (اللہ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا، الاحزاب ۲۵)

در اصل اس طرح تھی **كُفِيَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالُ** بعلی ابن ابی طالب (علی ابن ابی طالب کے سبب اللہ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا) اسی طرح آیت کریمہ اس طرح تھی:

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ عَلِيًّا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ۔ (اے رسول آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل فرمایا گیا ہے کہ علی امیر المومنین ہیں)

جب قرآن کے اندر کمی کیا جانا شیعوں کے اقوال سے قطع نظر خود سنیوں کے کلام سے ثابت ہو رہا ہے تو اب عثمان کی تحریف میں کیا شک وشبہ رہا۔ عیاں را چہ بیاں، لیکن اس کمی کئے جانے سے اصل قرآن میں کمی ہونا لازم نہیں آتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جامع القرآن نے اپنے فطری نقص کی وجہ سے قرآن کی جمع و تالیف میں تنقیص کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، جیسا کہ اس بات میں شک نہیں کہ اصل قرآن میں کوئی نقص نہیں۔

سوال (۸): نا صبی لوگ (یعنی اہل سنت) اپنے تسلیم شدہ مسائل و عقائد کی وجہ سے جمہور علماء امامیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مسلم ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ان سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جاننا چاہیے کہ سنی لوگ بظاہر شہادتین کا اقرار کرتے ہیں اور دیگر شعائر اسلام بھی اختیار

کئے ہوئے ہیں، لیکن باطن اس کے منکر ہیں، اگر منکر نہ ہوتے تو یہ بات ممکن نہیں تھی کہ حدیث بضعہ کے متواتر ہونے کے باوجود اہل بیت اور بالخصوص جناب سیدہ کی ایذا رسانی ان سے سرزد ہوتی۔ اس ایذا رسانی کا صدور خود ان کی صحاح ستہ (جن کا لقب صحاح رکھا ہے مگر حقیقتاً وہ ضعاف ہیں) سے ظاہر و باہر ہے اور بے شمار قرآن سے ثابت ہے جن میں سے کچھ کا ذکر ہم نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں (۱) احکام شریعت ظاہری ان کا دار و مدار ظاہر حال پر ہوتا ہے، مثلاً وراثت کا جاری ہونا یا نکاح وغیرہ کرنا، (۲) احکام شریعت باطنی و اخروی ان کا دار و مدار باطنی امور اور پوشیدہ نیتوں پر ہوتا ہے۔ فان لكل امرء ما نوى ان خيراً فخير او ان شراً فشر او انما الاعمال بالنيات۔ (ترجمہ: آدمی جیسی نیت کرتا ہے اس کے لئے ویسا ہی ہے اگر خیر کی نیت کرے تو خیر اور اگر شر کی نیت کرے تو شر بیشک اعمال کا دار و مدار نیت کے اوپر ہے۔)

پس مصلحت شرعیہ اور حکمت الہیہ کا مقتضی یہی ہے کہ اس دنیا میں ان کا (یعنی سنیوں کا) حکم ہماری طرح ہو اور اُس جہاں میں ان کا حکم مشرکین کی طرح ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان کا آغاز اہل ایمان کے آغاز کی طرح ہے اور ان کا انجام مشرکین کے انجام کی طرح ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ، ان کا ظاہر اسلام اور باطن کفر ہے۔ ان کا معاملہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں مومن ہوں جیسے ہم لوگ جن پر بالکلیہ ایمان کا حکم لگایا جاتا ہے، اور نہ ہی ان کا معاملہ اس شخص کی طرح ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں کفر ہوں اور اس پر بالکلیہ حکم کفر لگایا جائے، بلکہ ان کا حال کفار کے نابالغ بچوں کی طرح ہے، کیوں کہ کفار کے بچے اگر سن تمیز سے پہلے فوت ہو جائیں تو حدیث کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام (ہر پیدا ہونے والا فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے) کے مطابق وہ کفر و شرک سے مبرا تھے لہذا ان پر نہ کفر و شرک کا حکم لگے گا اور نہ انھیں اس کا عقاب پہنچے گا، ہاں البتہ ظاہری احکام میں اپنے والدین کے تابع ہوں گے اور چونکہ ان کا ظاہر کفر ہے لہذا احکام ظاہریہ کفریہ ان پر

نافذ ہوں گے، جیسا کہ ان کے والدین پر نجس ہونے کا حکم ہے وہی حکم ان پر بھی لگے گا وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ چونکہ اہل سنت اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور باطن میں کفر چھپاتے ہیں لہذا ان کے ظاہری احکام ظاہر شریعت کے مطابق ہوں گے اور باطنی احکام ان کے باطن کے مطابق اور اس سلسلہ میں مختلف احادیث وارد ہیں ان کو آپس میں تطبیق دینے کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ حدیث بضعہ کا مفاد یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہوں اور امام ہمام حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اہل شام سے ہشام کا جو مناظرہ ہوا تھا اس کے بعض فقرے ان کے اسلام کا تقاضا کرتے ہیں، اب ان دونوں اخبار کے درمیان جمع و تطبیق کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے باطن پر کفر کا حکم لگایا جائے اور ظاہر پر اسلام کا، ہاں البتہ ان کے پاک ہونے کا حکم یک گونہ احتمال رکھتا ہے جو زبانی تقیہ پر مرتب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر ان کو ”نجاست معفوہ“ میں سے شمار کیا جائے تو کچھ عجب نہیں، جیسا کہ بعض ظریف علماء سے منقول ہے۔

مومنہ عورت کا نکاح کسی کسی سے کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، خصوصاً اوائل عمر میں، ہاں اگر اتفاقاً ایسا نکاح ہو جائے تو فسخ کا حکم نہیں دیا جائے گا، مگر زیادہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حتی الوسع خلع کے ذریعہ معاملہ کر کے ان کی قربت و نزدیکی سے پرہیز کریں اور ان کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں ہے، لیکن اگر تقیہ شرعی میں مبتلا ہو تو پڑھ لے۔ واللہ اعلم

فقط سید علی محمد

سوال از علمائے اہل سنت

علماء اہل سنت کی بارگاہ میں سوال ہے کہ جو شخص مندرجہ بالا جوابوں میں مذکور عقیدے رکھتا ہو جمہور اہل سنت کے نزدیک اس کا حکم کیا ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ایسے عقیدے کے حامل کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہے؟ ان کے عقیدے کی تردید اور وہ مفصل دلائل جو رسائل مطولہ میں لکھیں ہیں ان کو تحریر فرمانے کی حاجت نہیں ہے، سائل کا مقصد صرف حکم شرعی جاننا ہے۔

جواب از علمائے اہل سنت

جواب (۱)۔ مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ مطہرہ جناب رسول خدا ﷺ پر بدکاری کی تہمت لگانا بالاجماع کفر ہے، روافض کی بہت سی کتابوں میں اس کفر شنیع کا اقرار موجود ہے۔ اب رہا یہ کہ اس مجتہد نے پہلے سوال کے جواب میں اس کا انکار کر کے صرف تبرّ اور لعن طعن پر اکتفا کیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کا اعتقاد رکھنے والوں کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بہت سے فقہانے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا ہے، لہذا ان فقہاء کے مسلک پر ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً فاسد ہے اور ان سے نکاح کرنا یقیناً حرام ہے، لیکن متکلمین نے قطعیت کے ساتھ حکم کفر نہیں لگایا ہے، بلکہ ایسے شخص کو مبتدع (بدعتی) لکھا ہے اور یہی مذہب محققین نے اختیار کیا ہے، لہذا اس مذہب پر فساد اقتداء کا قطعی ہونا اور نکاح کی حرمت کا یقینی ہونا لازم نہیں آتا، ہاں البتہ اقتداء نماز اور مناکحت میں کراہت تحریمی لازم آتی ہے جو قریب حرام ہے، اس مسئلہ کی تفصیل فقہ کی کتابوں مثلاً رد المحتار وغیرہ میں مذکور ہے اور روافض کے ادہام کا بطلان دلائل کافیہ اور شافیہ کے ساتھ کلام و عقائد کی کتابوں میں درج ہے۔ یہاں سائل کی خواہش کے مطابق تفصیلی دلائل سے قطع نظر صرف بیان حکم پر اکتفا کیا گیا ہے۔

جواب (۲)۔ مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق کسی غیر نبی کو انبیاء میں سے کسی پر

فضیلت دینا کفر اور ائمہ اعلام کے اجماع کی رو سے دائرہ اسلام سے خروج ہے، چونکہ جواب میں اس شیعہ مجتہد نے اس بات کا التزام کیا ہے لہذا ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، ایسے کی اقتداء میں نماز فاسد اور ان سے مناکحت حرام ہے۔

جواب (۳)۔ تقیہ جو فریقین (شیعہ و سنی) کے درمیان متنازع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمنان دین کے ضرر پر اپنے نفس کی حفاظت مقدم رکھنا، مگر شیعہ مجتہد نے اس کی مثال میں جو ہجرت کی حکایت اور غار ثور کا واقعہ پیش کیا ہے وہ محض مغالطہ ہے، بحث اس بات میں ہے کہ کافروں کے روبرو اقوال کا ذبیہ و باطلہ کا تکلم اور کتمان حق اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود صرف وہم و گمان اور دشمنوں کی ایذا رسانی کے خوف سے باوجودے کہ حق سبحانہ کی جانب سے حمایت و اطمینان کا وعدہ ہے۔ تقیہ کا وہ معنی جو رد افض کے مذہب کے مطابق ہے اس کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف کرنا کفر ہے، لہذا جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

جواب (۴)۔ جناب خاتم النبیین ﷺ کے بعد آسمانی صحائف کا نازل ہونا اور وحی ربانی کا آثار و افض کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے اور یہ ائمہ دین کے اجماع کے مطابق یقیناً کفر ہے۔ رہا یہ کہ اس شیعہ مجتہد نے سائل کے سوال کے جواب میں وحی حقیقی کا انکار کیا ہے اور الہام اور وحی مجازی کو ثابت رکھا ہے اور اس کو ائمہ کرام کی عصمت کے اعتقاد کی جہت سے جائز رکھا ہے۔ پس اس کا حکم یہ ہے کہ غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے عصمت کا اثبات بد مذہبی اور گمراہی ہے اور بعض علماء نے ایسے شخص پر حکم کفر بھی لگایا ہے۔ بہر حال ایسے شخص کی اقتداء میں نماز فاسد اور مناکحت حرام ہے۔

جواب (۵)۔ مسئلہ بدء میں اگرچہ اس شیعہ مجتہد نے بدء کے اس معنی مشہور کا انکار کیا ہے جس کا التزام یقیناً کفر ہے، لیکن بدء کا دوسرا معنی اختیار کیا ہے مگر اس معنی کا اعتقاد بھی کفر ہے اور اس کا معتقد کافر ہے۔ اس لئے کہ جس طرح حق سبحانہ کی جانب پشیمانی کی نسبت کفر ہے۔ اسی طرح پہلے سے مصلحت کا علم نہ ہونے اور بعد میں اس مصلحت پر مطلع ہونے کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کفر ہے۔ لہذا ایسے اعتقاد والے کی اقتداء اور مناکحت کا وہی حکم ہے جو پیچھے مذکور ہوا۔

جواب (۶)۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شرف صحبت نص قرآنی سے ثابت ہے اور قطعیات و ضروریات دین سے ہے۔ اس کا منکر بہر حال کافر ہے، لیکن چونکہ یہ مجتہد جواب میں شرف صحبت سے انکار کی جرأت تو نہ کر سکا صرف تبراً پر اکتفا کیا لہذا اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ صحابہ پر تبراً کرنے والوں پر فقہاء کرام نے حکم کفر لگایا ہے اور محققین و متکلمین نے صرف مبتدع اور فاسق کہا ہے، بہر حال ایسا اعتقاد رکھنے والے کے پیچھے نماز اور اس سے نکاح حرام ہے (پہلے مذہب پر) یا مکروہ تحریمی ہے (دوسرے مذہب پر) جو کہ قریب بہ حرام ہے، ہاں البتہ دوسرا مذہب رائج ہے۔

جواب (۷)۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم از اول تا آخر اپنی تمام سورتوں، آیتوں، حروف اور الفاظ کے ساتھ متواتر ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی حیات شریفہ میں جس قدر خود حق سبحانہ و تعالیٰ نے نسخ تلاوت اور محموداثبات فرمایا وہ سب آپ کی وفات شریف کے قریب محفوظ کر کے اتمام نعمت اور اکمال دین فرمادیا۔ اب اس کے بعد ہرگز کسی قسم کے تغیر و تبدیلی، کمی بیشی، تحریف و تصرف بشری کا امکان نہیں ہے، جناب سرور انس و جاں ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم میں تحریف و تصرف بشری اور کمی و زیادتی کا قائل بالاجماع کافر ہے، اس مجتہد نے جواب مذکور میں قرآن کریم میں وقوع تحریف کا صریح اقرار کیا ہے اور اس عقیدہ کا معتقد کافر محض ہے۔ پھر باوجودے کہ قرآن میں تحریف و تغیر کا اقرار کیا ہے مگر قرآن میں نقص (کمی) کے اثبات سے گریز کیا ہے مگر اس دھوکے سے حکم کفر سے نہیں بچ سکتا اور یہ جو اس نے دعویٰ کیا ہے کہ تحریف و تصرف پر فریقین کا اتفاق ہے، یہ محض مغالطہ اور عوام کو دھوکا دینا ہے، قرآن کریم کی تحریف کے سلسلہ میں اگرچہ اہل سنت کا مذہب معروف و مشہور ہے لیکن اس کے باوجود مجتہد مذکور کا اس کو نہ جاننا کوئی تعجب کی بات نہیں ہاں البتہ تعجب اس بات پر ہے کہ وہ خود اپنے اکابر کے اعتقادات سے ناواقف ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل اور جملہ شبہات کا دفع و دیگر کتابوں میں موجود ہے، سائل کی خواہش کے مطابق اسی قدر پراکتفا کیا جا رہا ہے، ایسے شخص کا حکم شرعی یہ ہے کہ عقیدہ تحریف

کے قائل کے ساتھ نکاح حرام اور اس کی اقتداء باطل محض ہے۔ ان مسائل کے دلائل میں سے بعض ہمارے رسالے ”رد و انفض“ میں موجود ہیں جو طبع ہو چکا ہے۔

کتبہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول البکشی القادری الہدایونی

تصدیقات

- | | |
|-------------------|----------------------------|
| (۱) الجواب صحیح : | محب احمد قادری بدایونی |
| (۲) الجواب صحیح : | فضل احمد قادری بدایونی |
| (۳) الجواب صحیح : | محمد فسیح الدین عباسی |
| (۴) الجواب صحیح : | محمد فضل مجید قادری |
| (۵) الجواب صحیح : | علی احمد قادری بدایونی |
| (۶) الجواب صحیح : | محمد جمیل الدین احمد قادری |

مرتب (سید حسین حیدر مارہروی) عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ آخری سوال جو اہل سنت کی اقتدا میں نماز اور ان سے نکاح کے متعلق تھا اس کے جواب میں شیعہ مجتہد نے عجیب و غریب تقریر تحریر کی ہے۔ جواب کے شروع میں صراحت کی ہے کہ اس جہاں میں اہل سنت کا حکم ہماری طرح ہے اس کے باوجود جواب کے آخر میں ”دروغ گورا حافظہ نباشد“ کے تحت لکھ دیا کہ اہل سنت کے پیچھے کوئی نماز جائز نہیں ہے اور نکاح کے بارے میں لکھا کہ اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ ان دونوں باتوں میں جو اختلاف ہے وہ ظاہر ہے، جب اس دنیا میں ہر معاملہ میں اہل سنت کا حکم شیعوں کی طرح قرار دیا ہے تو اس تفریع کی بنیاد کس چیز پر رکھی گئی ہے سوائے اس کے کہ شیعوں کی نسبت بھی اسی حکم کا اجراء کیا جائے۔

تنبیہ - اب جب کہ اس زمانے کے مجتہد کا حال ظاہر ہو گیا اور اس علاقے کے تمام روافض اسی کے مقلد ہیں لہذا تمام اہل سنت کی خدمت میں عرض ہے کہ روافض کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے اور نکاح کرنے سے باز آئیں اور رواج اور رشتہ داری پر شریعت کے حکم کو مقدم جانیں اور یہ مناکحت کہ جس سے حرمت لازم آتی ہے اس کو حرام سمجھیں اور اس معاملہ میں سستی اور لا پرواہی کو راہ نہ دیں کہ اس میں عظیم قباحت لازم ہے۔ ہندوستان میں پرانے زمانے سے جو اہل سنت اور روافض کے درمیان مناکحت کا رواج چلا آ رہا ہے اس پر قیاس کر کے اس دور میں مناکحت کو درست قرار نہ دیں۔ کیونکہ روافض کے عقائد اور نظریات میں تبدیلی اور انقلاب آفتاب سے زیادہ روشن ہے، ان کے متقدمین تحریف قرآن کے صراحۃً قائل تھے اور دوسرے عقائد کفریہ بھی رکھتے تھے، مگر ان کے متوسطین علماء نے اپنے عقائد میں قدرے اصلاح کی چنانچہ ابن بابویہ نے تحریف قرآن کا انکار کیا اور نصیر الدین طوسی نے خلفاء ثلاثہ کی تکفیر سے برأت ظاہر کی، علیٰ ہذا القیاس دوسرے مسائل میں بھی بہت سے شیعہ علماء نے تنزل سے کام لیا، یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ وہ صرف مسئلہ تفضیل میں اختلاف رکھتے ہیں باقی کسی اور مسئلہ میں نہیں، لہذا ہندوستان میں جب مذہب روافض آیا تو یہ وہی متوسطین علماء کا زمانہ تھا اور چونکہ ان کے عقائد کفریہ نہیں تھے، لہذا اس زمانے میں ان سے نکاح وغیرہ بھی حرام نہیں تھا، اسی وجہ سے گزشتہ زمانے میں ان سے رشتہ داری قائم ہونے اور نکاح وغیرہ کیے جانے کا معاملہ پیش آیا، حالانکہ بعد کے روافض جیسے آج کل کے مجتہدین وغیرہ نے پھر ان قدیم عقائد کفریہ کو معتبر ماننا شروع کر دیا اور اپنے متوسطین علماء مثلاً ابن بابویہ اور نصیر الدین طوسی وغیرہ کی تحقیقات کو غلط بتانا شروع کر دیا، لہذا ایسی صورت میں ان سے رشتہ داری قائم کرنا اور نکاح کرنا صاف طور پر حرام و فتیج سے راضی ہونے کے مترادف ہے، اس مسئلہ میں جو کہ حلال و حرام کا معاملہ ہے احتیاط کرنا ضروریات اسلام سے ہے، محض رسم و رواج کی بنیاد پر حکم شریعت پر تعصب کی تہمت لگانا، دنیا و آخرت کا خوف نہ رکھنے اور اپنی اولاد کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔

وما علینا الا البلاغ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

اظہار الحق

تو قیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد بن المصطفى وآله
واصحابه اجمعين،

اما بعد

تمام اہل سنت و جماعت پر واضح ہو کہ گزشتہ ایام میں فرقہ شیعہ نے تقیہ کرتے ہوئے تغیر
زمان اور دیگر مصلحتوں کے پیش نظر اپنے مذہب میں ترمیم و اصلاح کر لی تھی، اسی وجہ سے اہل
سنت کے محققین علماء ان کی تکفیر کے قائل نہیں تھے، اور عام اہل سنت ان کے ساتھ رشتہ ازدواج
اور دیگر اسلامی احکام برتتے تھے، لیکن اب پھر پہلے کی طرح یہ لوگ علی الاعلان ایسے عقائد کا
اظہار کرتے ہیں جو مذہب اہل سنت کی رو سے اسلام کے منافی ہیں، لیکن عام اہل سنت ان کے
گزشتہ حال سے دھوکا کھاتے ہوئے اب بھی ان سے شادی وغیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں
سمجھتے، لہذا فقیر حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی نے یہ مختصر رسالہ ترتیب دیا جو دور حاضر کے
ایک شیعہ مجتہد سے چند سوالات کے جواب پر مشتمل ہے، اور پھر ان جوابات پر اعتقاد رکھنے
والے کا حکم علماء اہل سنت سے دریافت کیا ہے اور اس رسالہ کا نام اظہار الحق رکھا اللہم اہد بہا
المسلمین (اے اللہ تو اس رسالہ کے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما)۔

شیعہ مجتہد کا فتویٰ

سوال: مجتہدین دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ولی مصطفیٰ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا
مرتبہ و مقام سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام سے افضل

ہے یا نہیں بینوا تو جو روا۔

جواب: ہاں کیوں نہیں؟ یقیناً افضل ہے، واللہ اعلم۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ عثمان کے جمع کئے ہوئے کلام مجید میں تحریف ہوئی ہے یا نہیں؟ اس طور پر کہ قرآن میں سے جناب (علی مرتضیٰ) امیر علیہ السلام وغیرہ کی تعریفیں خارج کر دی گئی ہیں؟

جواب: یہ بات قطعی اور یقینی طور پر تو ثابت نہیں ہے مگر بہر حال اس کا احتمال ہے واللہ اعلم۔

سوال: مسئلہ بدایع اللہ تعالیٰ کا (کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اس پر) پشیمان ہونا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: بدأ کا واقع ہونا صحیح ہے، مگر ان معنوں میں نہیں جو مستفی نے سمجھے ہیں بلکہ بدأ سے مراد اللہ تعالیٰ کا مصلحت و حکمت کی بنیاد پر اپنے کسی حکم کو بدلنا ہے، اس کی تفصیل رسالہ بدأ مصنفہ اخوند مجلسی اور دیگر کتب اصول میں دیکھنا چاہیے، واللہ اعلم

سوال: عائشہ پر جو الزام لگایا گیا تھا اس کا کیا معاملہ تھا؟ کیا درحقیقت عائشہ اس امر کی مرتکب ہوئی تھیں جو قذف کی وجہ سے مشہور ہوا تھا یا نہیں؟ سورہ نور کی وہ آیات جو مخالفین عائشہ کی عصمت و برأت کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟

جواب: عائشہ اس امر مذکور کے ارتکاب سے تو بری تھیں، جیسا کہ سورہ نور کی آیتوں سے ظاہر ہے، لیکن نفاق باطنی جو اس سے بھی قبیح تر اور مہلک تر ہے سے ہرگز بری نہیں تھی، واللہ اعلم

الراقم الآثم

میرا غافل عنہ

علمائے اہل سنت کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جو عقائد سابقہ جوابوں میں مذکور ہوئے ان پر اعتقاد رکھنے والا مسلمانوں میں داخل ہے یا نہیں؟ ایسے لوگوں سے نکاح، ان کی اقتداء اور ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب (۱): پہلے سوال کے جواب میں مجتہد مذکور نے صراحتاً اس بات کا اقرار و التزام کیا کہ خاتم الخلفاء الراشدین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت تمام انبیاء سابقین پر ثابت ہے، جمہور اہل سنت کی تصریحات کے بموجب اس عقیدے سے کفر لازم آتا ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز باطل، ایسے سے نکاح کرنا ناجائز اور اس کا ذبیحہ مردار، اس عقیدے کی تفصیل حدیث، فقہ اور عقائد کی کتابوں میں دیکھنا چاہیے۔

الجواب (۲): دوسرے سوال کے جواب میں اگرچہ مجتہد نے قرآن مجید میں تحریف قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہ ہونے کا اقرار کیا ہے، لیکن اس تحریف کا احتمال تسلیم کیا ہے، اہل سنت کے مذہب کے مطابق قرآن میں تحریف کے احتمال کو جائز ماننا بھی کفر ہے، جیسا کہ شفاء قاضی عیاض وغیرہ سے ظاہر ہے لہذا ایسے عقیدے کو ماننے والے کا وہی حکم ہے جو پہلے جواب میں مذکور ہوا۔

الجواب (۳): ہر چند کہ مجتہد کو بدایہ معنی پشیمانی جو کہ کفر صریح ہے سے حجاب ہے اس لئے اس کا انکار کر دیا اور بدایہ کا دوسرا معنی بیان کیا، لیکن بدایہ کا یہ معنی بھی کفر سے خالی نہیں ہے، چونکہ اس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ اللہ کو اس مصلحت کی پہلے سے خبر نہ تھی، ورنہ بدایہ جو متنازع ہے اور نسخ جو متفق علیہ ہے دونوں میں کوئی فرق نہ رہ جاتا۔ خلاصہ یہ کہ عقیدہ بدایہ کو ماننے والا کافر ہے خواہ بدایہ کا معنی

پیشانی بتائے یا پھر بدآ کا مطلب یہ کہ اللہ کو پہلے سے اس مصلحت کا علم نہیں تھا۔ ایسا اعتقاد رکھنے والے کا حکم بھی وہی ہے جو سابق میں گزرا۔

الجواب (۴): چوتھے سوال کے جواب میں قذف سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کا قول کر کے صرف تبراء پر اکتفا کیا ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے محققین متکلمین کے نزدیک تبراً کرنے والے پر حکم کفر نہ لگائیں گے، مگر فقہاء متاخرین ایسے شخص پر حکم کفر جاری کرتے ہیں لہذا ایسے شخص سے مناکحت، اس کی اقتداء اور اس کا ذبیحہ پہلے مذہب (یعنی مذہب متکلمین) پر مکروہ تحریمی اور دوسرے مذہب (یعنی مذہب فقہاء متاخرین) کے مطابق حرام ہے۔

فقط کتبہ الفقیر الحقیر

عبدالقادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول القادری البدایونی عفی عنہ

الجواب صحیح: نور احمد بدایونی

☆☆☆



تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعاونیۃ

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا شاہ حسین گردیزی چشتی

پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الكريم الوهاب۔ والصلوة والسلام على من اوتى فصل الخطاب،
سيدنا ومولانا محمد الشافع المشفع يوم الحساب وعلى آله خير آل و صحابه
خير اصحاب وعلى سائر الاولياء والاحباب۔

سبب تالیف

جناب رسالت مآب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم دین متین کے فرائض و واجبات سے ہے اور ان کے بارے میں خیر کے بغیر کف لسان شرع مبین کے لوازمات سے ہے کیونکہ صحابہ کرام کی فضیلت سرور انام ﷺ کی احادیث اور خداوند ذوالجلال کی کتاب کی آیات سے ثابت ہے وہ اخبار مورخین جو سوء اعتقاد کی بنیاد ہیں بعض جاہل راویوں اور لعین رافضیوں سے منقول ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذہب اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو بعض صحابہ کرام سے سوء عقیدت ہی نہیں بلکہ اُن کے بارے میں استخفاف و اہانت آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں اس لئے میں نے صرف دین کے درد اور محبت ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور اُن سے جواب لے کر افادۂ عام کے لئے اسے طبع کرایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بہتر توفیق عطا فرمائے اور اس کا خیر کا ثواب اس فقیر حقیر کو عطا فرمائے (آمین) اور اس رسالے کا نام ”تصحیح العقیدۃ فی باب امیر المعاویہ“ رکھتا ہوں اور ناظرین سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ دعائے خیر میں یاد رکھیں گے اور غلطی و خطا سے درگزر فرمائیں گے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

نقطہ

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی

استفتاء

سوال: جمہور محققین اہل سنت و جماعت کے مذہب مختار میں محاربین عہد خلافت جناب مرتضویٰ پر علی الاطلاق حکم کفر صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و تکریم کرنا یعنی لفظ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے لئے لازم ہے یا طعن و تحقیر سے یاد کرنا اور کوئی شخص ان حضرات کی تحقیر سے اہل سنت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

محاربین کے تین گروہ - جمہور محققین اہل سنت کے مذہب مختار میں جیسا کہ عقائد، احادیث اور اصول کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے خاتم الخلفاء الراشدین حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربین کے تین گروہ تھے جو کہ اس فتنے میں شامل تھے ان میں سے کسی بھی گروہ کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال ان تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زوجہ محبوبہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کی غرض جدال و قتال نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح پیش نظر تھی لیکن اچانک جنگ چھڑ گئی، ان تینوں حضرات کا رجوع معتمد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خطائے اجتہادی ایک ثواب کی مستوجب ہے پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا تو اب جب ان حضرات نے رجوع کر لیا تو ان پر لفظ باغی کا اطلاق حقیقتاً درست نہیں ہے۔ جنگ صفین کے محاربین کے سربراہ حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص ہیں (۱)۔ یہ دونوں حضرات بھی صحابہ کرام میں سے ہیں یہ بھی اشتباہ میں پڑے اور اپنی غلطی سے بار بار قتل و قتال پر اصرار کرتے رہے اس گروہ نے بھی خطا اجتہاد کی وجہ سے کی لیکن ان کی خطا واجب الانکار ہے۔

۱۔ امام عسقلانی اسماء الرجال کی محترم کتاب ہے تقریب الجہد میں فرماتے ہیں ”عمرو بن عاص بن وائل مشہور صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ والے سال مسلمان ہوئے۔ دو بار مصر کے حاکم بنائے گئے، آپ ہی نے مصر فتح کیا اور وہیں انتقال فرمایا۔“

صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق : ان حضرات پر لفظ باغی کے اطلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ ان حضرات پر لفظ باغی کا اطلاق درست ہے لیکن جمہور اہل سنت کے مذہب میں ان کی تعظیم و تکریم شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری و لازمی ہے اس لئے شرعاً وہ بغاوت و خطا جو عمداً واقع نہ ہوئی ہو فسق و عصیان کو مستلزم نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرا کی زلف عن امتی الخطاء والنسیان (میری امت سے خطا و نسیان کو اٹھالیا گیا ہے) اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی خطائیں معاف ہیں کیونکہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عند اللہ ماجور ہیں، اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم سے رُکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اخواننا بغوا علینا (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی) اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی پر طعن ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل احیاء العلوم، یواقیت، شرح فقہ اکبر، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مجمع البحار، صواعق محررقہ اور شفا قاضی عیاض میں دیکھنا چاہیے۔

اور وہ جو متاخرین شیعہ و سنی کی بعض کتب مناظرہ میں آتا ہے ان کی بنیاد تاریخی واقعات اور مبہم و مجمل الفاظ ہیں جنہیں تسلیم و تنزل کے طور پر سلف کی تصریحات عقائد کے خلاف لکھا گیا ہے اور ان پر اعتقاد کا مدار نہیں ہے۔ جمہور محققین حضرات صوفیہ، محدثین، فقہاء اور متکلمین کا مذہب مختار یہی ہے اور اس کا انکار کھلی گمراہی ہے۔

ائمہ دین کے اقوال : یہاں پر بعض ائمہ دین کے اقوال اختصار کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں امام عسقلانی تقریب التہذیب میں حضرت معادیہ پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابوسفیان کے بارے میں فرماتے ہیں:

ابن صخر بن حرب بن امیہ ابن عبدالشمس ابن عبد مناف
الاموی ابوسفیان صحابی شہیر اسلم عام الفتح وفات سنة اثنين
و ثلاثين۔

ابوسفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف الاموی ابو

سفیان مشہور صحابی ہیں، فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتبوں کے ذیل میں حضرت ابوسفیان کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلم فی الفتح وکان من المؤلفۃ ثم حسن اسلامہ وروی عن النبی ﷺ وعنه ابنہ معاویۃ وابن عباس

فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے پہلے مولفۃ القلوب میں سے تھے پھر بہترین مسلمان ہو گئے، احادیث رسول ﷺ کی روایت کرتے ہیں، اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے۔

اور اسی میں ہے کہ:

معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیۃ الاموی ابو عبد الرحمن الخلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی ومات فی رجب سنۃ ستین وقد قارب الثمانین۔

معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیۃ الاموی ابو عبد الرحمن الخلیفہ صحابی تھے۔ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، کاتب وحی بھی رہے۔ ۶۰ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا تقریباً اسی سال عمر تھی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا کہ:

عن ابن ابی ملیکہ قال اوتر معاویۃ رضی اللہ عنہ بعد العشاء برکعۃ وعندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال ای ابن عباس دعه فانہ قد صحب رسول اللہ ﷺ۔

حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ نے عشاء کی نماز

کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ آپ کے پاس ابن عباس کے ایک غلام بھی موجود تھے جب حضرت ابن عباس تشریف لائے تو انھوں نے یہ بات آپ سے بیان کی، اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا ”انھیں چھوڑیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔“

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا انہ فقہ الحدیث (یہ حدیث کی سمجھ رکھنے والے ہیں) تو اب صحیح بخاری کی روایت سے حضرت عبداللہ ابن عباس کے ارشاد کے مطابق آپ کا صحابی و فقیہ ہونا اور آپ پر اعتراض سے رکتا ثابت ہو گیا۔ حجت الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہ جو علماء ظاہر و باطن کے امام ہیں اپنی کتاب احیاء العلوم میں جو کہ فن تصوف میں اپنی نظیر نہیں رکھتی فرماتے ہیں کہ:

اعتقاد اہل السنة تزكية جميع الصحابة والثناء عليهم كما اثنى الله سبحانه تعالى ورسوله ﷺ وما جرى بين معاوية وعلي كان مبنياً على الاجتهاد

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور ان کی ایسی تعریف و توصیف کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان کی ہے اور جو کچھ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔

امام شعرانی نے اپنی کتاب ”الیواقیت والجوہر فی بیان عقائد الاکابر“ میں مشائخ کرام کے عقائد حضرت شیخ اکبر کے کلام سے خصوصاً اور دیگر اکابر طریقت کے اقوال سے عموماً جمع کئے ہیں، آپ اس میں آپ فرماتے ہیں:

المبحث الحادی والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابة و وجوب اعتقاد انهم ما جورون وذلك لانهم کلهم عدول باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن ومن لم یلبسها کل ذلك احساناً للظن بهم وحملهم فی ذلك علی

الاجتهاد فان تلک الامور مبناها عليه وکل مجتهد مصیب وان
 المصیب واحد والمخطی معذور ماجور قال ابن الباری لیس
 المراد بعد التهم ثبوت العصمة لهم وانما المراد قبول رواياتهم
 فی احکام دیننا من غیر تکلف بحث عن اثبات العدالة وطلب
 التزکیة ولم یثبت لنا شی یقذح فی عدالتهم فنحن علی
 استصحاب ما کانوا علیه فی زمن رسول اللہ ﷺ حتی یثبت
 خلافه ولا التفات الی ما یذکره بعض اهل السیر فان ذلک
 لا یصح وان صح فله تاویل صحیح وکیف یجوز الطعن فی حملة
 دیننا فنحن لم یاتنا خبر عن نبینا ﷺ الا بواسطتهم فمن طعن فی
 الصحابة طعن فی نفس دینه فیجب سد الباب جملة لا بینهما
 الخوض فی معاویة وعمرو بن العاص و آخربها ولا یتغی
 الا غرار بما نقله بعض الروافض من اهل البیت من کراہتہم فان
 مثل هذه المسئلة نزعا دقیق ولا یحکم فیها الا رسول اللہ ﷺ
 فانها مسئلة نزاع بین اولاده واصحابه رضی اللہ عنہم قال
 الکمال بن ابی شریف و لیس المراد بما شجر بین علی رضی اللہ
 تعالی عنہ ومعاویة رضی اللہ عنہ المنازعة فی الامارة کما تورہمہ
 بعضهم وانما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان کان رای
 علی ان تاخیر تسلیمہم اصبوب اذا المبادرة یؤدی الی اضطراب
 امر الامة و رای معاویة الی ان المبادرة للاقتصاص منهم اصبوب
 فکل منهما مجتهد ماجور فلهذا هو المراد بما شجر بینہم۔

اکتالیسویں بحث مشاجرات صحابہ میں خاموشی کے واجب ہونے کے
 بیان میں۔ اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عند اللہ ماجور ہیں

اور باتفاق اہل سنت تمام صحابہ عادل و منصف ہیں جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں بُرے گمان کا حساب لیا جائے گا اس لئے کہ ان امور کا منشا ان حضرات پر عیب جوئی کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب دوا جر پائے گا اور مخطیٰ معذور و ماجور ہوگا۔

ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت سے ان کی عصمت کا ثبوت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ان کے اثبات عدالت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بحث کے تکلف میں پڑے بغیر اپنے دین کے سلسلے میں ان کی روایات کو قبول کرنا ہے، اگر کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی صحبت رسول کو یاد کریں اور بعض سیرت نگاروں نے جو لکھا ہے وہ قابل التفات نہیں ہے، اس لئے کہ وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی ہوں تو ان کی معقول تاویل بھی ہو سکتی ہے۔

یہ مقام غور ہے کہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے دین کے حاملین (یعنی رسول اللہ ﷺ سے دین لے کر ہم تک پہنچانے والوں) پر طعن کریں۔ ہمیں رسول اللہ سے جو کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اُس نے خود اپنے دین پر طعن و تشنیع کی۔ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے اور صحابہ کرام کی اہل بیت پر جو کبیر بعض ردافض سے منقول ہے اس کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جائے کیونکہ ان حضرات کا یہ جھگڑا بڑا رقیق ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جھگڑا حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی اولاد اور صحابہ کے مابین ہے اس لئے اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت و امارت کا استحقاق نہیں تھا بلکہ اختلاف منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا جلدی سے حکومت میں انتشار و اضطراب پڑے گا اور حضرت معاویہ قصاص میں تعجیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ دونوں مجتہد عند اللہ ماجور و مثاب ہیں۔

ان دونوں بزرگوں کا منشاء اختلاف یہی تھا

غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

واما قتاله الطلحة والزبير وعائشة و معاوية رضوان الله تعالى عليهم اجمعين فقد نص الامام احمد رحمة الله تعالى عليه على الامساك عن ذلك وجميع ما شجر بينهم من منازعة و منافرة و خصومة لان الله تعالى يزيل ذلك من بينهم يوم القيامة كما قال عز من قائل و نزعنا ما في صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين ولان عليا رضى الله عنه كان على الحق في قتاله لانه كان يعتقد صحة امامته على ما بينا من اتفاق اهل الحل والعقد من الصحابة رضى الله عنهم على امامته و خلافته فمن خرج عن ذلك و ناصبه حربا كان باغيا خارجا على الامام فجاز قتاله ومن قاتله من معاوية و طلحة و الزبير رضى الله عنهم طلبوا ثار عثمان بن عفان رضى الله عنه خليفة حق المقتول ظلما و الذين قتلوه كانوا في عسكر على رضى الله عنه فكل ذهب الى تاويل صحيح

فاحسن احوالنا الامساك فى ذلك وامرهم الى الله عز وجل
وهو احكم الحاكمين وخير الفاضلين والاشتغال بعيوب انفسنا
وتطهير قلوبنا من امهات الذنوب وظواهرنا من موبقات الامور
واما خلافة معاوية بن ابي سفيان رضى الله عنه فثابتة صحيحة بعد
موت على رضى الله تعالى عنه وبعد خلع الحسن بن على نفسه من
الخلافة وتسليمها الى معاوية رضى الله عنه لراى راه الحسن
رضى الله عنه ومصلحة عامة تحققت له وهى حقن دماء
المسلمين وتحقيق لقول النبى ﷺ فى الحسن رضى الله عنه
ابنى هذا سيد يصلح الله بين فئتين عظيمتين من المسلمين
فوجب امامته بعقد الحسن له فسمى عامه عام الجماعة لارتفاع
الخلاف بين الجميع واتباع الكل لمعاوية لانه لم يكن هناك
منازع ثالث فى الخلافة وخلافة مذكورة فى قول النبى ﷺ
وهو ما روى عن النبى ﷺ تدور رضى الاسلام خمساً وثلثين
سنة او ستاً وثلثين او سبعمائة وثلثين والمراد بالرحى فى هذا
الحديث الفوة فى الدين والخمس سنين الفاضلة عن الثلاثين
فهو من جملة خلافة معاوية الى تمام تسعة عشرة سنة وشهور لان
الثلاثين كملت لعلى رضى الله عنه على ما بينا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت على رضى الله تعالى عنه، حضرت زبير رضى الله
تعالى عنه، حضرت طلحة رضى الله تعالى عنه، حضرت معاوية رضى الله تعالى عنه
اور حضرت عائشة رضى الله تعالى عنها کے مابین جھگڑوں، نفرتوں اور دشمنی پر
کف لسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان
باتوں سے قیامت کے دن پاک فرما دے گا جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی

ہے: و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرور متقابلین (اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا اُسے ہم دور کریں گے۔ بھائی بھائی کی طرح آمنے سامنے تختوں پر رہیں گے) اس جنگ میں حضرت علی حق پر تھے کیونکہ وہ خود اپنی امامت کی صحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی خلافت و امامت پر صحابہ کرام میں اہل حل و عقد اتفاق فرما چکے تھے، اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قلاوہ اپنی گردن سے اُتار دیا وہ باغی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا اور جن حضرات مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ کی وہ غلیفہ برحق حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص طلب کر رہے تھے جن کو ظلماً قتل کیا گیا تھا جبکہ قاتل حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ ان دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی، ہمارے لئے اس معاملے میں سکوت سب سے بہتر ہے۔ ان حضرات کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے، وہ احکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے لئے عیوب سے نفس کی اور گناہوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ اور ربی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تو وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سوئپ دینے کے بعد ثابت و درست ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ غور و فکر کے بعد مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئی پر پورے اُتر آئے کیونکہ آپ

ﷺ کا فرمان تھا کہ ”میرا یہ بیٹا سردار ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت واجب ہو گئی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو ”عام الجامت“ (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا اس لئے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا دعوے دار تھا بھی نہیں۔

خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال گھومے گی“ اس حدیث میں چکی سے مراد دین میں قوت ہے اور تیس سے پانچ سال اور اس کے انیس سال حضرت معاویہ کے دور خلافت میں شامل ہیں کیونکہ تیس سال تک حضرت علی کی خلافت رہی۔

اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنة على وجوب الكف فيما شجر بينهم والامساك
عن مساويهم و اظهار فضائلهم ومحاسنهم وتسليم امرهم الى الله
عز وجل على ما كان وجري اختلاف على وطلحة والزبير
وعائشة ومعاوية رضوان الله عليهم اجمعين على ما قدمنا بيانه
واعطاء كل ذي فضل فضله كما قال الله عز وجل والذين جاؤا من
بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا
تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم وقال الله
تلك امة قد خلت لهما ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون
عما كانوا يعملون۔

اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور ان کی برائی سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان کے فضائل و محاسن کا اظہار کرنا اور ان کے تمام معاملات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اختلافات کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہر صاحب فضل کو اس نے حصہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

”اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

”یہ ایک جماعت جو گزر چکی ان کا کیا ان کے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے ان کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی۔“

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث اعظم نے اس سلسلے میں متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں یہاں ہم ان میں سے کچھ نقل کر رہے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اذا ذکر اصحابی فامسکوا

جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وایاکم وما شجربین اصحابی فلو انفق احدکم مثل احد ذہباً

ما بلغ مداحدهم ولا نصفه۔

میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں خاموش رہو تم میں اگر کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان جیسا ثواب نہیں پاسکتا بلکہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید ارشاد فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فمن سبهم فعليه لعنة الله۔

میرے صحابہ کو دشنام (گالی) نہ دو جس نے میرے صحابہ کو دشنام دی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

طوبی لمن رآنی ومن رآی من رآنی

اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ان الله عز وجل اختارني واختار لي اصحابي فجعلهم انصاري

و جعلهم اصهارى وانه سيجي آخر الزمان قوم ينقصونهم الا فلا

تواكلوهم الا فلا تشاربوهم الا فلا تناكحوهم الا فلا تصلو امعهم

ولا تصلوا عليهم عليهم حلت اللعنة۔

پیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پس انھیں

میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا عنقریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو

ان حضرات کی تنقیص کرے گی۔ خبردار ان کے ساتھ کھانا پینا نہ کرنا، خبردار

ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور نہ ان پر

جنازہ پڑھنا، ان پر لعنت مسلط ہوگی۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

لا یدخل النار احد ممن یابع تحت الشجرة۔

جن لوگوں نے (حدیبیہ کے مقام پر) درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اطلع اللہ علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔

اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اب جو چاہو کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

اصحابی کالنجوم فباہم اقتدیتم اہتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاؤ گے۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

من مات من اصحابی بارض جعل شفیعاً لاهل تلک الارض۔

میرا جو صحابی جس علاقے میں انتقال کرے گا وہاں کے لوگوں کا شفیع ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے اصحاب رسول کی اہانت میں ایک کلمہ بھی کہا ہو وہ اہل ہوا میں شامل ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ:

ومن توقیرہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وبرہ توقیر اصحابہ وبرہم ومعرفة حقہم

والاقتداء بہم وحسن النشاء علیہم والامساک عما شجر بینہم

ومعاداة من عاداہم والاضراب عن اخبار المؤرخین وجہلۃ

الرواة وضلال الشيعة والمنة عين الفاححة في احد منهم وان يلمس لهم فيما نقل من مثل ذلك فيما كان بينهم من الفتن احسن التاويلات ويخرج اصوب المخارج انهم اهل لذلك ولا يذكر احد منهم بسوء ولا يغمض عليه امرأ بل يذكر حسناتهم وفضائلهم وحميد سيدهم ويسكت عما وراء ذلك كما قال اذا ذكر اصحابي فامسكو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ کے صحابہ کی تعظیم کی جائے ان کے ساتھ نیکی کی جائے ان کے حقوق کو پہچانا جائے اسی طرح ان کی اقتداء کرنی، عمدہ الفاظ میں تعریف و توصیف کرنی اور ان کے آپس کے اختلافات سے کف لسان کرنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، مورخین کے اقوال گمراہ شیعوں اور بدعتیوں کی بے سرو پا روایتوں سے احتراز کرنا اور ان کے آپس کے جھگڑوں اور اختلاف کو اچھی تاویلات پر محمول کرنا اور وہ ان تمام باتوں کے اہل بھی ہیں۔ اسی طرح انھیں برائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کے حسنات اور فضائل بیان کرے اس کے علاوہ تمام باتوں سے خاموشی اختیار کرے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کو قابو میں رکھا کرو۔ آگے مزید فرماتے ہیں:

قال رجل للمعافى ابن عمران ابن عمر بن عبد العزيز عن معاوية فغضب وقال لا يقاس باصحاب النبي ﷺ احد معاوية صاحبه وصهره وكاتبه وامته على وحيه الخ

ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عمر بن عبد العزیز کے سامنے حضرت معاویہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ

رسول اللہ کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے۔ حضرت معاویہ صحابی ہیں
رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں کاتب رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب الزکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ:

الروایات صریحة فی ان علیاً رضی اللہ عنہ کان هو المصیب
الحق والطائفة الاخری اصحاب معاویة کانوا بغاة مناوئین وفیه
التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال عن الایمان
ولا یفسقون وهذا مذهبنا ومذهب موافقینا۔

اس بارے میں صریح روایات ہیں کہ حضرت علی حق و صواب پر تھے اور
حضرت معاویہ کے گروہ نے ان سے بغاوت کی تھی اور اسی میں یہ تصریح
بھی ہے کہ دونوں گروہ مومن ہیں اور اس جدال و قتال سے ایمان سے
خارج نہیں ہوئے اور فاسق بھی نہیں ہوئے۔ یہی ہمارا اور ہمارے
اصحاب کا مذہب ہے۔

اسی شرح مسلم کی کتاب الفتن میں امام نووی فرماتے ہیں:

واعلم ان الدماء الثی جرت بین الصحابة رضی اللہ عنہم لیست
بداخلة فی هذا الوعيد ومذهب اهل السنة والحق احسان الظن
بهم والامساك عما شجر بینهم وتاويل قتالهم وانهم
مجتهدون متأولون لم یقصدوا معصية ولا محض الدنيا بل
اعتقد كل فريق انه الحق ومخالفه باغ فوجبت علیه قتاله لیرجع
الی امر اللہ وكان بعضهم مصیباً وبعضهم مخطیاً معذوراً فی
الخطاء لان اجتهاد المجتهد اذا اخطأ لا اثم علیه وكان علی
رضی اللہ عنہ هو الحق المصیب فی تلك الحروب وهذا مذهب
اهل السنة۔

جانتا چاہیے کہ وہ خوہ ریزی جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مابین واقع ہوئی ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی اختیار کرو اور ان کے جدال و قتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے والے تھے۔ انھوں نے یہ اختلاف معصیت اور دنیا کی ہوا و حرص کے لئے نہیں کیا بلکہ ان دونوں گروہوں میں ہر ایک یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے اس صورت میں قتال واجب تھا تا کہ مخالف گروہ کو اللہ کے راستے کی طرف واپس پھیر دیا جائے چنانچہ اس اجتہاد میں بعض مصیب اور بعض فحطی تھے لیکن معذور فی الخطا تھے اس لئے کہ مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان جنگوں اور لڑائیوں میں حضرت علی کا اجتہاد مصیب اور درست تھا۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔

اسی طرح امام نووی حدیث پاک ”یا عمار تقتلک فنة الباغية“ (اے عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

قال العلماء هذا الحديث حجة ظاهرة في ان علياً كان محققاً مصيباً والطائفة الاخرى بغاة لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم لذلك كما قدمناه في مواضع۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی کی اصابت اور حق پر ہونے اور دوسرے گروہ کے باغی ہونے پر واضح دلیل ہے چونکہ دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا اس لئے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کئی مقامات پر وضاحت کی ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں تو قیر صحابہ اور جاہل مؤرخین کی منقولہ روایات طعن و تشنیع سے عدم

الثقات کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل
وتاويلات وهوان كلا اذاه اجتهاده الى ان الحق ما فعله فتعين
عليه وان كان اخطاء كمعاوية مع علي فانه مصيب باتفاق اهل
الحق ومعاوية ماجور وان اخطا۔

ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محامل اور
تاویلات ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا
کیا، اگرچہ اس میں غلطی بھی ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا حالانکہ باتفاق اہل حق حضرت علی رضی
اللہ عنہ حق پر تھے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی کے باوجود
عند اللہ ماجور ہیں۔

علامہ زرقانی اسی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کے بیان میں
فرماتے ہیں:

منها ان اصحابه كله عدول بتعديل الله تعالى وتعديله عليه السلام
لظواهر الكتاب نحو محمد رسول الله والذين معه الآية والسنة
فتقبل رواياتهم كما نص عليه ابن الانباري وغيره واشار اليه
بقوله فلا يبحث عن عدالة احد منهم في شهادة ولا رواية كما
يبحث عن سائر الرواة وغيرهم لانهم خير الامة ومن طرء منهم
قادح كسرقة وزنا عمل بمقتضاء ولكن لا يفسقون بما يفسق به
غيرهم كما ذكره جلال المحلى في شرح جمع الجوامع فتقبل
رواياتهم وشهاداتهم ولو وقعت كبيرة من بعضهم اقيم حدها
تمام صحابه تعديل الہی اور تعديل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عادل

ہیں جس کا ثبوت ظواہر کتاب و سنت سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
 محمد رسول اللہ والذین معہ الایۃ، تو ان کی روایات قبول کی جائیں
 گی، علامہ ابن الاثیر نے اس طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے
 کہ دوسرے راویوں کی طرح ان کی شہادت اور روایت میں کسی کو بحث
 نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ خیر الامت ہیں اور جن حضرات سے چوری اور
 زنا ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے اُسے اقتضاء بشری پر محمول کیا جائے گا اور جس
 عمل سے دوسروں کو فاسق کہا جاتا ہے اس عمل سے صحابہ کو فاسق نہیں کہا جا
 سکتا جیسا کہ علامہ جلال الدین علی نے شرح جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ
 ایسے افراد کی روایت اور شہادت قبول کی جائے گی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر
 ان میں سے کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو اس پر حد لگے گی۔

دونوں گروہ، مسلمان تھے - علامہ زر قانی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ
 رضی اللہ عنہ کے مابین صلح دالی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

وفیہ انه لم یخرج احد من الطائفتین فی تلک الفتنة بقرول او عمل
 عن الاسلام اذ احدهما مصیبة والاخری مخطئة وکل منهما
 ماجور۔

اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں کوئی ایک بھی نہ قولاً اور نہ فعلاً اسلام
 سے خارج ہوا۔ مگر ایک گروہ مصیب اور دوسرا مخطی تھا اور دونوں ہی اجر و
 ثواب کے مستحق ہیں۔

حضرت حسن کی دستبرداری کی اصل وجہ - علامہ قسطلانی شرح بخاری باب علامة
 النبوة میں حدیث و نعل اللہ یصلح بہ فتنین من المسلمین (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے
 مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا) کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:
 فتنین ای الطائفتین طائفة معاویة بن ابی سفیان وطائفة الحسن

وكانت اربعين ألفاً بايعوه على الموت وكان الحسن احق الناس
لهذا الا مرفدعاه ورعه الى ترك الملك رغبة فيما عند الله ولم
يكن ذلك لعل ولا لقلّة وقوله من المسلمين دليل على انه لم
يخرج احد من الطائفتين في تلك الفتنة من قول او فعل عن
الاسلام اذا حدى الطائفتين مصيبة والاخرى مخطيئة ماجورة۔

فتنیں سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت
حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ ہے، جنہوں نے اُن کے ہاتھ پر
مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت
کے سب لوگوں سے زیادہ حق دار حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن
اُن کے ورع وتقویٰ اور رغبت مع اللہ نے انہیں دنیاوی حکومت سے دور
رکھا۔ آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کمزوری اور قلت لشکر کی وجہ سے
نہیں تھی، حدیث پاک میں لفظ المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس
فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی قولاً اور فعلاً اسلام سے
خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہے لیکن
عند اللہ دونوں ماجور و مثاب ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے دعا۔ حدیث پاک میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت
معاویہ کے لیے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”اے اللہ تو ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ
بنا، اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے، اس حدیث کی شرح کے ضمن میں ملا علی قاری مرقاۃ
شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لا اريت اب ان دعا النبى ﷺ مستجاب فمن كان هذا حاله كيف
يرتاب فى حقه۔

بیشک نبی ﷺ کی دعا مستجاب ہے تو جس کی ایسی حالت ہے اس کے

بارے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے۔

صحابی کا مرتبہ - یہی ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دوسروں پر صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

سنل لابن المبارک ایہما افضل معاویۃ او عمر بن عبدالعزیز
فقال الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویۃ مع النبی ﷺ خیر
من مثل عمر بن عبدالعزیز کذا کذا مرۃ۔

اگر کوئی آدمی حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں سوال کرتا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو آپ فرماتے حضور علیہ السلام کے ساتھ جاتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔

قطعت اور ظنیت میں فرق - بحر المذاہب میں ہے کہ:

اجمع اهل السنة والجماعة على وجوب تعظيم الصحابة
والكف عن ذكرهم الا بخير لما ورد من الآيات والاحاديث في
فضائلهم ومناقبهم ووجوب الكف عن الطعن فيهم عموماً۔
اہل سنت و جماعت کا تعظیم صحابہ کے وجوب، ان کی اچھی باتوں کے ذکر
اور ناپسندیدہ باتوں سے خاموشی پر اجماع ہے اس لئے کہ آیات و
احادیث ان کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں ان حضرات کے بارے
میں طعن و تشنیع سے زبان کو روکنا واجب ہے۔

وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو عمومیت کے ساتھ صحابہ کی فضیلت میں تھیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وما نقله ارباب السير في بعضهم كمعاوية وعمر بن العاص
ومغيرة بن شعبة وغيرهم رضى الله عنهم يغمض عنه ولا يسمع اذ

فضل صحبتهم مع النبی ﷺ قطعی وما نقل ظنی فلا یزاحم القطعی وایضاً فقد قال النبی ﷺ اذا ذکر اصحابی فامسکوا والواجب علی کل من سمع شیئاً من ذلك ان یلبث فیہ ولا ینسبه الی احدہم لمجرد روایۃ فی کتاب او سماعۃ من شخص بل لا بد ان یبحث عنہ حتی یصح عنہ نسبتہ الی احدہم فحینئذ الواجب ان یلتزم لہم احسن التاویلات اصوب المنارج اذہم اهل لذلك وما وقع بینہم من المنازعات والمحابات فلہ محامل و تاویلات۔

ارباب سیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف نظر کرنی چاہیے اور ان کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے اس لئے کہ ان کی فضیلتِ صحبت مع النبی ﷺ قطعی ہے اور ارباب سیر کے اقوال ظنی ہیں اور جو چیز ظن سے منقول ہو وہ قطعی سے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو اور جو آدی بھی ان حضرات کے بارے میں کوئی اس قسم کی بات سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس میں غور کرے صرف کسی کتاب میں دیکھنے یا کسی شخص سے سننے سے ان کی طرف نسبت نہ کرے، غور و خوض کے بعد جب ایک چیز ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی اچھی تاویل کرے اور اسے درست مخارج پر محمول کرے اس لیے کہ وہ اس (حسن ظن) کے اہل ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلافات اور جنگیں واقع ہوئیں ان کی تاویلیں ہیں۔

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟ - اسی طرح صاحب بحر المذہب

ائمہ دین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

فتلخص ان معاویہ رضی اللہ عنہ لم یکن فی ایام علی رضی اللہ عنہ خلیفۃ وانما کان خلیفۃ حق و امام صدق بعد علی رضی اللہ عنہ عند تسلیم الحسن رضی اللہ عنہ امر الخلافۃ له وان هذا التسليم لم یکن اضطرار یا بل اختیار یا وانه لم یستحق الشین والطعن ولا یباح له السب واللعن فالطاعن فیہ مطعون طاعن فی نفسه و دینہ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں خلیفہ نہیں تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے امر خلافت ان کے سپرد کرنے کے بعد وہ خلیفہ برحق اور امام صادق مقرر ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہونا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ ان پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے باز رہنا چاہیے اور دشنام طرازی سے احتراز کرنا چاہیے ان پر طعنہ زن خود مطعون ہے بلکہ وہ اپنے نفس اور دین پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں کہ:

ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة ان ماجری بین علی ومعاویۃ من الحروب فلم یکن لمنازعة معاویۃ لعلی رضی اللہ عنہ فی الخلافۃ للجماع علی حقیقتها لعلی فلم تھیج الفتنة بسببها وانما حاجت بسبب ان معاویۃ ومن معه طلبوا من علی تسلیم قتلة عثمان رضی اللہ عنہ الیہم لكون المعاویۃ ابن عمه فامتنع علی ظنا منه ان تسلیمهم الیه علی الفور مع كثرة عشائره یؤدی الی اضطراب وتزلزل فی امر الخلافۃ۔

یہ بات اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں شامل ہے کہ حضرت علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو لڑائیاں ہوئی ہیں اس پر اجماع ہے کہ وہ استحقاق خلافت میں نہ تھیں اور جو فتنے برپا ہوئے ان کا سبب بھی یہ نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہونے کی حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قاتلین عثمان کو مانتے تھے، حضرت علی انھیں سپرد کرنے سے یہ گمان کرتے ہوئے احتراز کر رہے تھے کہ ان قاتلین کے رشتہ داروں کی کثرت کی وجہ سے ان کی فوری سپردگی سے اختلاف پھیلے گا اور نظام حکومت تذبذب والا ہو کر رہ جائے گا۔

علامہ ابن حجر اسی صواعق محرقہ کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة ايضاً أن معاوية رضي الله عنه لم يكن في أيام علي رضي الله عنه خليفة وغاية اجتهاده انه كان له اجر واحد واما علي رضي الله عنه فكان له اجران اجر علي اجتهاده واجر علي اصابته بل عشرة اجور۔

اہل سنت کے اعتقاد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے البتہ انھیں اپنے اجتہاد کا ایک اجر ضرور ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اجر صرف اجتہاد پر اور دوسرا اجتہاد کے درست ہونے پر ملے گا بلکہ دس اجر ملیں گے۔

خلافت حضرت معاویہ - صحیح بخاری کی وہ حدیث جو پیچھے مذکور ہوئی جس میں حضور اکرم ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہ ہوں کے درمیان صلح کروائے گا، اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

فكان توجيهاً والله أعلم لوقوع الاصلاح بين الفئتين من المسلمين

فیہ دلالتہ علی صحۃ ما فعلہ الحسن رضی اللہ عنہ وعلیٰ انہ مختار
 فیہ وعلیٰ ان تلک الفوائد الشرعیۃ وہی صحۃ خلافتہ معاویۃ
 فالحق ثبوت الخلافتہ لمعاویۃ من حیثہ و انہ بعد ذلک خلیفۃ
 حق وامام صدق کیف وقد اخرج الترمذی وحسنہ عن
 عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ الصحابی عن النبی ﷺ انہ قال
 لمعاویۃ اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا واخرج احمد فی مسندہ عن
 العرباض ابن ساریۃ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اللہم علم
 معاویۃ الکتاب والحساب وقیہ العذاب فتأمل دعاء النبی ﷺ
 فی الحدیث الاول بان اللہ یجعلہ ہادیا مہدیا الحدیث حسن فہو
 مما یحتج بہ علی فضل معاویۃ وانہ لا ذم یلحقہ بتلک الحروب
 لما علمت انہا كانت بغیۃ علی اجتہاد لان المجتہد اذا اخطا
 لا ینال علیہ ولا ذم یلحقہ بسبب ذلک لانہ معذور ولذا کتب لہ
 اجر و مما یدل بفضلہ ایضاً الدعاء لہ فی الحدیث الثانی ولا
 شک ان دعاء ﷺ مستجاب فعلمنا منہ انہ لا عقاب علی
 معاویۃ فیما فعل بل لہ الاجر کما تقرّر وقد سُمی النبی ﷺ فتنۃ
 مسلمین فدل علی بقاء حرمة الاسلام وانہم فتنان علی حد سواء
 فلا فسق ولا نقض یلحق احد بہما لما قررناہ وفتنۃ معاویۃ وان
 كانت باغیۃ لکنہ بغی لا فسق۔

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے دو بڑے
 گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے حضرت حسن رضی اللہ
 عنہ کی صلح کے درست ہونے کی دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے
 بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ تیسری

بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوا۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوگئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صادق قرار پائے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس روایت کو حسن قرار دیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا (اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا) اور امام احمد اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا“۔

پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہادی و مہدی بنائے یہ حدیث حسن ہے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مابین جو جنگیں ہوئیں ہیں ان میں آپ پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ جنگیں اجتہاد پر مبنی تھیں اور اگر مجتہد غلطی کرے تو اس کا عذر معقول ہونے کی وجہ سے اس کی ملامت اور مذمت نہیں کی جائے گی۔ اسی غلطی کی وجہ سے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے دعا فرما رہے ہیں اور دعاء رسول یقیناً مستجاب و مقبول ہے چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں کیا ہے اس پر انھیں اجر ملے گا۔ حدیث مذکورہ میں فتنین من المسلمین کا لفظ ہے جو ان کے

اسلام کی بقا پر دلالت کر رہا ہے۔ دونوں گروہ علیحدگی میں برابر ہیں کسی کی تفسیق و تنقیص درست نہیں۔ اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی تھا لیکن اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔

علامہ ابن حجر کی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

واما ما يستبحر بعض المبتدعة من سبه ولعنه فله فيه اسوة اى اسوة بالشيخين و عثمان واكثر الصحابة فلا يلتفت لذلك ولا يقول عليه فانه لم يصدر الا من قوم حمقاء جهلاء فلعنهم الله وخذ لهم اقبح اللعنة والخذلان واقام على رؤسهم من سيوف اهل السنة ما وضح الدلائل والبرهان۔

یہ جو بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ ”جس نے ان حضرات کو گالی دی اور ان پر لعنت بھیجی اس کے لئے طریقہ ہے“ یعنی حضرات شیخین اور حضرت عثمان کا طریقہ ہے ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ایسی باتیں اکثر جہلا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ذلیل و رسوا ہوں اہل سنت کے واضح دلائل و براہین کی تلواریں ایسے لوگوں کے سروں پر ٹٹک رہی ہیں۔

خون بہا میں تاخیر کا سبب - علامہ ابن ہمام مسائرہ میں فرماتے ہیں:

وما جرى بين معاوية و علي رضي الله عنه كان مبنياً على الاجتهاد ولا منازعة من معاوية اذ ظن علي رضي الله عنه ان تسليم قتلة عثمان مع كثرة عشائره و اختلاطهم بالعسكر يؤدى الى اضطراب امر الامامة خصوصاً في بدايتها و التأخير اصبوب الى ان يتحققوا التمكن منه و يلتقطهم فان بعضهم عزم على الخروج على و قتله لما نادى يوم الجمل بان يخرج عنه قتلة عثمان على ما

نقل فی القصۃ من کلام الاشترا النخعی ان صح واللہ اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ منازعت اور جھگڑے پر نہیں اجتہاد پر مبنی تھی۔ حضرت علی کا خیال تھا کہ قاتلان عثمان بڑے قبیلے والے ہیں اور فوج میں شامل ہو گئے ہیں اب اگر کوئی فوری کاروائی سامنے آتی ہے تو اس سے نظام خلافت درہم برہم ہو جائے گا اس لئے تاخیر زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ ان پر مکمل کنٹرول نہ ہو جائے کیونکہ اشتراغی سے یہ بات منقول ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی تے آواز دی کہ قاتلین عثمان ہم سے علیحدہ ہو جائیں تو ان لوگوں نے آپ پر بھی خروج اور قتل کی تدبیر سوچنی شروع کر دی۔

اختلاف صحابہ - شرح عقائد نسفی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں ہے کہ:

وما وقع من المخالفات والمحاربات لم یکن من نزاع فی خلافة بل عن خطاء فی الاجتهاد۔

ان میں جو جنگیں اور مخالفتیں ہوئیں وہ استحقاق خلافت میں نہیں تھیں بلکہ خطاء اجتہادی تھی۔

علامہ خیالی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

فوله بل عن خطاء فی الاجتهاد فان معاویة وحزابه بغوا عن طاعنه مع اعترافهم بان افضل اهل زمانه وانه الاحق بالامامة بشبهة هی ترک القصاص عن قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اعتراف کے باوجود کہ وہ اہل زمانہ سے افضل اور امامت کے زیادہ حقدار ہیں قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے کے شبہ میں بغاوت کر دی۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

لا تذکر الصحابة الا بخیر یعنی وان صدر من بعضهم بعض مافی
 صورة شر فانه اما كان عن اجتهاد اولم یکن علی وجه فساد من
 اصرار وعناد بل كان رجوعهم عنه الی خیر معاونا علی حسن
 الظن بهم بقوله علیہ السلام خیر القرون قرنی و بقوله علیہ
 السلام اذا ذکر اصحابی فامسکوا ولذا ذهب جمهور العلماء
 الی ان الصحابة کلهم عدول قبل فتنة عثمان رضی اللہ عنہ و علی
 رضی اللہ عنہ و کذا بعدها و لقوله علیہ السلام اصحابی کالنجوم
 بایہم اقتدیتم اهتدیتم رواہ الدارمی وابن عدی و غیرہما قال ابن
 دقیق العید فی عقیدتہ ما نقل فیما شجر بینہم و اختلفوا فیہ فمنہ
 ما هو باطل و کذب فلا یلتفت الیہ و ما کان صحیحاً اولئنا و تاویلا
 حسنا لان الثناء علیہم من اللہ سابق و ما نقل من الکلام اللاحق
 محتمل للتاویل و المشکوک و الموهوم ولا یتبطل المحقق
 و العلوم۔

صحابیہ کا ذکر خیر ہی کرو، اگر ان میں کسی کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو بظاہر شر نظر
 آتی ہیں تو وہ یا تو اجتہاد کی قبیل سے ہیں یا ایسی ہیں جن سے ان کا مقصد
 فساد و عناد نہیں بلکہ ان حضرات سے حسن ظن کی بنا پر خیر پر محمول کرنا چاہیے
 کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ”سب سے بہتر زمانہ میرا ہے“
 اور مزید ارشاد فرمایا کہ ”جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو خاموش رہو“ اسی لئے
 جمہور علماء کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام قتل عثمان اور اختلاف علی و معاویہ
 کے پہلے بھی اور بعد بھی عادل ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے
 جسے داری اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند
 ہیں، تو ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے“ علامہ ابن

دقیق العید فرماتے ہیں کہ ”مشاجرات صحابہ میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں ایک باطل اور جھوٹ، یہ تو قابل اعتناء ہی نہیں اور دوسری صحیح روایتیں، ان کی اچھی اور مناسب تاویل کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کی تعریف و توصیف فرما چکا ہے اور بعد میں جو باتیں ان سے منسوب یا منقول ہیں وہ قابل تاویل ہیں اس لئے کہ محقق و معلوم کو مشکوک و موبہوم چیز باطل نہیں کر سکتی۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

واما ما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصره على رضى الله عنه والخروج معه الى المحاربة ومن محاربة طائفة منهم كما في حرب الجمل والصفين فلا يدل على عدم صحة خلافته ولا على تضليل مخالفيه في ولايته اذ لم يكن ذلك عن نزاع في حقبة امارته بل كان عن خطأ في اجتهادهم حيث انكروا عليه ترك القوم من قتلة عثمان رضى الله عنه والمخطئ في الاجتهاد ولا يضل ولا يفسق على ما عليه الاعتماد۔

اور یہ جو بعض صحابہ حضرت علی کی مدد و نصرت سے باز رہے، اور کچھ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے خروج کیا، جیسا کہ جنگ جمل و صفین میں ہوا تو اس چیز سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مخالفین کی گمراہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اختلاف و نزاع آپ کی امارت و خلافت کے حق ہونے میں نہیں تھا بلکہ اختلاف قاتلان عثمان سے جلد یا بدیر بدلہ لینے میں تھا اس میں بھی اختلاف اجتہادی تھا لہذا معتمد قول کے مطابق اختلاف کرنے والوں کو نہ گمراہ کہا جائے گا نہ فاسق۔

اسی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ:

وقد كان امر طلحة والزبير خطاء غير انهما فعلا ما فعلا عن
اجتهاد و كان من اهل الاجتهاد فظاهر الدلائل توجب القصاص
على قتل العمد واستيصال شان من قصد دم امام المسلمين
بالاراقة على وجه الفساد فاما الوقوف على الحاق التاويل
الفاسد بالصحيح في حق البال المواخذة فهو علم خفى فاز به
على كما ورد عن النبي ﷺ انه قال له انك تقاتل على التاويل
كما تقاتل على التنزيل وقد ندما على ما فعلا وكذا عائشة رضى
الله عنها ندمت على ما فعلت وكانت تبكى حتى تبل خمارها ثم
كان معاوية رضى الله عنه مخطئا الا انه فعل ما فعل عن تاويل فلم
يصر به فاسقا واختلف اهل السنة والجماعة في تسمية باغيا
فمنهم من امتنع من ذلك والصحيح قول من اطلق لقوله عليه
السلام لعمار تقتلك الفئة الباغية۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور ان سے
خطا اجتہادی واقع ہوئی ہے کیونکہ ظاہری دلائل سے قتل عمد پر قصاص
واجب ہے اس لئے کہ امام المسلمین کا خون فساد پھیلانے کے لئے بہایا
گیا۔ صحیح سے تاویل فاسد کو ملایا گیا اور مواخذہ میں توقف علم خفی ہے جس پر
حضرت علی کو دسترس حاصل تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا
تھا کہ ”تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ تنزیل پر کی گئی ہے“
چنانچہ بعد میں دونوں صحابی اپنے کئے پر نادم تھے اور حضرت عائشہ بھی
پچھتاتی تھیں اور اتنا روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا، حضرت معاویہ بھی اگرچہ
خاطی تھے مگر آپ نے جو کچھ کیا تاویل کی بنیاد پر کیا، لہذا اس سے آپ
فاسق نہیں ہوئے، اہل سنت و جماعت نے انھیں باغی کہنے میں اختلاف

کیا بعض نے اس سے روکا لیکن دوسرا گروہ رسول اللہ کی وہ حدیث پیش کرتا ہے جس میں آپ نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ”تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:

وكلف عن ذكر الصحابة الا بخير روش اهل السنه وجماعت آنت كه صحابه رسول را بجز خير ياد نمی كند و لعن و سب و شتم و اعتراض و انكار برايشان كنند و با ايشان براه سوء ادب نروند از جهت نگاهداشت صحبت آنحضرت ﷺ و در و فضائل و مناقب ايشان در آيات و احاديث عموماً

هم صحابه كا صرف ذكر خير هى كرتے هیں اور اهل سنت و جماعت كا طريقه بهى يهى هے كه صحابه كا ذكر خير هى كيا جائے۔ ان پر لعن طعن، تشنيع اور اعتراض و انكار نه كيا جائے اور ان سے سوء ادبى نه كى جائے، كيونكه ان حضرات نے رسول اللہ كى صحبت پائى هے اور ان كے فضائل و مناقب آيات و حديث ميں بكثرت موجود هیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وازاں چه از بعضی از ایشان مشاجرات و محاربات و تفسیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی و رعایت ادب ایشان نقل کنند بعد از تسلیم صحت آن اخبار از ان اغماض و رزند و تغافل کنند و گفته ناگفته و شنیدہ ناشنیدہ انگارند زیرا کہ صحبت ایشان با پیغمبر ﷺ یقینی است و قہلہائے دیگر ظنی و ظن بالیقین معارض نگرند و یقین ظن متروک نگرند و بالجملہ سرحد دار السلام و سنہ با معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ و اشاہ و امثال ایشان است ہر کہ براہ اتباع مشائخ سنت و جماعت اود گو کہ زبان را از سب و لعن ایشان بر بند و اگر چه بجهت تصور بعضی امور کہ قدر مشترک ازان بسرحد تو اتر رسیدہ است باطن

را کدورتی و خاطر را وحشتی دست دہد با وجود او سلامت در اغماض و کف از ایشانست در آثار آمدہ است کہ در غزوہ صفین شخصے را از جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزد حضرت امیر رضی اللہ عنہ اسیر کردہ آوردند یکے از حاضران بر حال وی ترحم آورد و گفت سبحان اللہ من میدانم کہ وسے مسلمان بود و مسلمان خوب بود حیف کہ آخر حال وسے چنین شد حضرت امیر ولایت پناہ فرمودہ چہ گوئی کہ وی ہنوز مسلمان است و بالجملہ بے لعن در ایشان اگر مخالف دلیل قطعی باشد کفر است چنانچہ قذف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وی از ان بنصوص قران ثابت است والا بدعت و فسق بود۔

بعض کی آپس میں مشاجرات و محاربات اور اہل بیت رسول کے حقوق میں کوتاہی منقول ہے اس میں اول تو تحقیق و تفتیش کی جائے اگر ایسی کوئی چیز ثابت بھی ہو تو اُسے گفتہ نہ گفتہ اور شنیدہ نہ شنیدہ کر دیا جائے کیونکہ ان حضرات کی صحبت مع النبی یقینی ہے اور روایات ظنی۔ چنانچہ ظن یقین کا معارض نہیں اسی لئے ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا۔ چنانچہ سرحد دار السلام پر آباد حضرات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہم کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے لیکن جو لوگ مشائخ اہل سنت و جماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ آثار میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے ایک گرفتار شدہ آدمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کو اس پر رحم آگیا اور کہنے لگا

سبحان اللہ میں تو انھیں بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا افسوس کہ آخر ان کی یہ حالت ہو گئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہہ رہے ہو وہ تو اب بھی مسلمان ہیں۔ حضرات صحابہ کرام پر لعن و طعن اور دشنام طرازی اگر دلیل قطعی کے مخالف ہے تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی جائے معاذ اللہ من ذلک ان کی طہارت نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے اور اگر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو تو بدعت و فسق ہے۔

اسی میں آگے فرماتے ہیں:

وبعد از وی علی مرتضیٰ خود متعین بود پس وے کرم اللہ وجہہ باجماع اہل حل وعقد خلیفہ برحق و امام مطلق شد و نزاع و خلافتی کہ از مخالفان در زمان خلافت وے بوجود آمد نہ در استحقاق خلافت و حق امامت بود بلکہ منشاء آن نفی و خروج و خطاء و اجتہاد کہ تعجیل عقوبت قاتلان عثمان باشد بود پس معاویہ و عائشہ بر آن آمدند کہ زود عقوبت باید کرد علی و صحابہ دیگر بتاخیر آن رفتند۔

شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ (حقدار ہونے کی بنا پر) خود بخود خلیفہ متعین ہو گئے آپ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوئے اور مخالفین کی طرف سے جو نزاع آپ کے دور خلافت میں ہوا وہ استحقاق خلافت اور حق امامت میں نہیں تھا بلکہ اس بغاوت و خروج کا منشاء اجتہاد میں خطا تھی کہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ قاتلین عثمان کو فوری سزا دینے کے حق میں تھے، اور حضرت علی اور دیگر صحابہ اس میں تاخیر مناسب سمجھتے تھے۔

علامہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والالہ والاصحاب میں فرماتے ہیں:

پوشیدہ نمائند کہ مخالفت و مخاصمت کہ میان بعضی از صحابہ واقع شدہ نزد اہل سنت و جماعت محمول براین است کہ عن اجتہاد بود لا عن نفسانیت و ہمہ

آنها قابل تاویلات و محال صحیحہ است و بر تقدیر تسلیم کہ بعضی از محمل تویم و تاویلے مستقیم نباشد گویم این مخالفت و خصامات منقولست از ایشان بطریق اخبار احاد و اکثر آنها اضعاف و جائزۃ الکذب است و صلاحیت معارضہ آیات قرآنی و احادیث صحیحہ مشہورہ ندارد پس سزاوار آن است کہ بسبب آن اخبار جسارت بطعن اصحاب جناب نبوة مآب کہ آن طعن موجب جسارت است یوم یقوم الحساب نہ نمایند تا ابطال کتاب و سۃ باخبار جائزۃ الکذب لازم نیاید و از تهدیدات و وعیدات کہ از صاحب شرع بہ ثبوت پیوستہ پر حذر باشد۔

واضح ہو کہ بعض صحابہ کرام کی آپس میں مخالفت و خصامت اہل سنت کے نزدیک نفسانیت پر نہیں بلکہ اجتہاد پر محمول ہے۔ اس سلسلہ (مخالفت و خصامت) کی تمام روایات تاویلات محال صحیحہ کے قابل ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض روایات ایسی بھی ہیں جن کی کوئی مناسب تاویل نہیں کی جاسکتی لیکن میں کہتا ہوں اول تو یہ باتیں بطریق اخبار احاد منقول ہیں، دوم یہ کہ ان کے راوی اکثر ضعیف اور کذاب ہیں دونوں صورتوں میں یہ روایات آیات قرآنی اور احادیث مشہورہ کے مقابل میں نہیں آسکتیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ ان اخبار و روایات کی ہنا پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان حضرات پر طعن و تشنیع آخرت میں نقصان اور خسارہ کا سبب ہے اور اس طریقہ پر جھوٹوں کی خبروں سے کتاب و سنت کا ابطال بھی لازم نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں جو وعیدیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

علامہ ابو الفضل تورپشتی المعتمد فی المنتقد میں تو قیر صحابہ کرام کے بیان میں فرماتے ہیں کہ:

وانچہ ہم دین عموم مسلمانان است آنست کہ بنظر تعظیم بدیشان نگرند و بیج حال
 زبان طعن در ایشان دراز نکنند کہ رسول اللہ ﷺ امت را ازین فتنہ تحریر
 کردہ است و گفتہ از خدا برسد در حق اصحاب من پس از من ایشانرا نشانہ
 مکتبہ کہ بدان خدائے کہ در رائے جان محمد است ﷺ کہ اگر یکی از شما
 مثل کوہ احد زر خرچ کند یعنی در راہ خدا نیک مدطعمی کہ یکے از ایشان خرچ
 کردہ باشد نرسد بہ ہمہ آن، و شیطان از طریق ہوا و تعصب مردم را تسویل
 کند کہ خصومت ایشان مع بعضی از صحابہ رسول اللہ ﷺ از بہر دین است
 چہ ایشان بعد از رسول ﷺ میرت بگردانیدند و بایکد گر منازعت گرویدنا
 بجائے رسید کہ خونہارینتہ شد و این مسلمان کہ بدین فتنہ ہا مبتلا گشتہ است
 اول باید کہ بدانند کہ از ایشان آدمیان بودند نہ ملائکہ نہ انبیاء کہ معصوم اند بلکہ
 خطا برایشان رد اہو اگر چہ خدا تعالی ایشان را بشرف صحبت پیغمبر ﷺ
 گرامی کردہ بود بل یکے از ایشان چون در گناہ افتادے مصر نشدے
 و زود با حق گردیدے و بدانند کہ مذہب اہل حق آنست کہ بندہ بگناہ کافر نشود
 و دلیل آن بعد ازین گفتہ شود و چون کافر نشود ضرورۃ مومن باشد و سب
 فساق اہل ایمان روانیست فکیف صحابہ کہ باری تعالی بر عموم ایشان ثنا گفتہ
 است و رسول ﷺ محفظ و حرمت ایشان وصیت فرمودہ و از دقیقہ
 و را ایشان زجر بلغی کردہ و گفتہ کہ از اصحاب من چیز ہا پیدا شود کہ ذکر آن نیکو
 نباشد شہادان ایشان را ہدی یاد مکتبہ کہ حق تعالی بہرکت صحبت من آنہارا
 از ایشان در گزارند و در این باب احادیث بسیار است۔

تمام مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ صحابہ کرام کو بنظر تعظیم دیکھیں اور کسی
 حال میں بھی ان نفوس قدسیہ کے سلسلے میں زبان درازی نہ کریں کیونکہ رسول
 اللہ ﷺ نے اس فتنہ سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”میرے

صحابہ کے بارے میں اللہ رب العزت سے ڈرو اور انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو بھی اس اجر و ثواب کو نہیں پاؤ گے اور نہ اس کا آدھا جو میرے صحابہ کو حاصل ہے، شیطان تعصب اور نفس پرستی سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ صحابہ کرام کی آپس کی مخالفت دین کی وجہ سے۔ رسول اللہ کے بعد ان کی سیرت میں تغیر آ گیا تھا آپس میں جنگ کی، خون ریزی کی، مسلمانوں کو فتنے میں مبتلا کیا۔

ان کے متعلق پہلے یہ بات ذہن میں راسخ کر لینی چاہیے کہ وہ بہر کیف آدمی تھے فرشتے نہ تھے اور منصب نبوت پر بھی فائز نہ تھے کہ گناہوں سے معصوم ہوتے ان سے خطا تو ہو سکتی ہے لیکن رسول اللہ کے شرف صحبت و مجلس کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن نہیں جب کبھی ایسا موقع آیا تو حق بات کی وضاحت کے بعد فوراً حق کی طرف مائل ہو گئے اس بارے میں اہل حق کا مذہب بھی یہ ہے کہ بندہ صرف گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا (اس کی دلیل عنقریب آئے گی) اور اگر کافر نہیں ہوتا تو لازماً مومن ہوگا تو مومن فاسق کو بھی سب و شتم کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ صحابہ کرام کی برائی کی جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی عزت و حرمت کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عیب جوئی پر سرزنش کی ہے اور فرمایا میرے صحابہ سے کچھ نامناسب چیزوں کا صدور ہوگا لیکن تم لوگ ان پر نکتہ چینی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے سبب ان کی اس قسم کی باتوں سے درگزر فرمائے گا۔

امام غزالی کا نقطہ نظر - امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں اعتقاد کے بیان میں فرماتے ہیں:

پس باختر ہمہ رسول مارا ﷺ مخلوق فرستاد و نبوت وی بدرجہ کمال رسانید کہ بیچ زیادت را بآن راه نبو باین است اورا خاتم انبیا کرد کہ بعد از وی بیچ پیغمبر باشد و ہمہ خلق را از جن و انس بمنا بعت او فرمود و اورا ہمہ سید پیغمبران گردانید و یاران و اصحاب اورا بہترین یاران و اصحاب دیگر پیغامبران کرد صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور مقام نبوت میں وہ کمال عطا فرمایا جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا جن کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا۔ تمام جن و انس کو آپ کی اطاعت و مطابعت کا حکم دیا گیا اور تمام نبیوں کا سردار بنایا گیا اور دوسرے انبیاء کرام کے صحابہ سے بہتر صحابہ عطا فرمائے گئے۔

عمر بن عبدالعزیز کا خواب - نیز امام غزالی علیہ الرحمہ کیسے سعادت میں احوال مردماں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

عمر بن عبدالعزیز میگوید رسول ﷺ را بخواب دیدم با ابو بکر و عمر نشسته چون بایشان نشستم ناگاہ علی و معاویہ را بیاورند و در خانہ فرستادند و در بستند در وقت علی را دیدم کہ بیرون آمد و گفت قضی لی و رب الکعبۃ یعنی کہ حق مرا آنہا دند پس بزودی معاویہ بیرون آمد و گفت غفر لی و رب الکعبۃ مرا نیز غفو کردند و بیا مرزیدند۔

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس محفل میں حاضر ہی ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا قُضی لَی وَرَبِّ
 الکعبۃ (واللہ میرا حق ثابت ہو گیا) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر
 آئے اور فرمایا غَفِرَ لَی وَرَبِّ الکعبۃ (رَبِّ کعبۃ کی قسم مجھے معاف کر دیا
 گیا)۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بغاوت میں خطا پر ہونے کے باوجود معذور بلکہ جمہور
 اہل سنت کے نزدیک خطا اجتہادی کی وجہ سے ماجر و مثاب ہیں۔ اس باب میں مورخین کی
 حکایتیں اور قصے بے سرو پا ہیں، اگر ان چیزوں کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی حضور علیہ السلام کی شرف
 محفل اور حضور علیہ السلام کے وعدہ کے مطابق صحابہ کرام کی خطائیں بخشش شدہ اور مغفور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ - اگر کوئی یہ کہے کہ تحفۂ اثنا عشریہ (تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
 رحمۃ اللہ علیہ) میں رافضیوں اور اہل سنت کے سلسلہ میں ایک سوال و جواب میں مذکور ہے:

سوال: کہ جب آپ انھیں (حضرت معاویہ کو) باغی و مغتلب سمجھتے ہیں
 تو ان پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟

جواب: اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ پر لعنت جائز نہیں
 اور باغی مرتکب کبیرہ ہے اس لئے اس پر لعنت جائز نہیں۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب حضرت معاویہ پر اگرچہ لعنت کو جائز نہیں سمجھتے مگر ان کو
 مرتکب کبیرہ ضرور سمجھتے ہیں، جب کہ آپ نے ثابت کیا کہ حضرت معاویہ سے خطا اجتہادی ہوئی
 تھی۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ تحفۂ اثنا عشریہ میں شاہ صاحب کا مخاطب فرقہ مخالف سے ہے اس
 لئے اسے مبنی پر منزل سمجھا جائے گا ورنہ اس جواب میں جمہور کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے والد
 ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔ حالانکہ آپ تحفۂ
 اثنا عشریہ میں اس کتاب کی تعریف کر چکے ہیں مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں
 فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ مجتہد مخطی ہیں اور شبہ سے تمسک کی وجہ سے معذور ہیں۔

اس پر قصہ اہل جمل کی طرح میزان شرع میں میں نے بہت واضح دلیل دی ہے۔

اور شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں جو قول نقل کیا ہے شاہ عبدالعزیز کا یہ جواب اس کے بھی مخالف ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، مکتوبات جلد ۱۸ مکتوب نمبر ۲۵۱ میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تلخیص ہم یہاں نقل کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ بزرگ ہیں اور ان کا ذکر عزت و احترام سے کرنا چاہیے۔ خطیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان اللہ اختارنی واختار لی اصحاب واختارنی منهم اصهاراً وانصاراً فمن حفظنی فیہم حفظہ اللہ ومن اذانی فیہم اذاہ اللہ (بیٹک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے صحابہ کو پسند کیا انھیں میرے لئے مددگار اور رشتہ داری کے لئے پسند کیا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اُسے محفوظ رکھے گا اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت و تکلیف دی اللہ تعالیٰ اُسے اذیت و تکلیف دے گا)۔

اور طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین (جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے) ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ اَشْرَارَ اَفْتِیْ اَجَزَ اَھْمَ عَلٰی اَصْحَابِیْ (میری امت کے شریر لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرات کریں گے) ان حضرات کے اختلاف کو اچھی چیز پر محمول

کرنا چاہیے اور ہوا دھوس پر قیاس نہ کرنا چاہیے کیونکہ ان حضرات کے اختلاف اجتہاد اور تاویل پر مبنی ہیں اور جمہور اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ و مقابلہ کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا چونکہ یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے ان حضرات کو ملامت اور ان سے مواخذہ نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ شارح مواقف نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ اختلاف جمل اور صفین اجتہاد پر مبنی تھا۔ شیخ ابوشکور سالمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ ”اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین خطا پر تھے لیکن یہ خطا خطاء اجتہادی تھی“۔ شیخ ابن حجر کی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ”اہل سنت کے معتقدات میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو شارح مواقف نے لکھا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب کا قول ہے کہ ”یہ اختلاف اجتہاد پر مبنی نہیں تھا“۔ اس قول میں کون سے اصحاب مراد ہیں (ان کی وضاحت نہیں ہے) اہل سنت کا قول گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں اور علماء اُمت کی کتابیں اس خطا کے خطاء اجتہادی ہونے پر شاہد ہیں، جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کی تضلیل و تفسیق جائز نہیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ ”جو شخص صحابہ رسول مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص میں سے کسی ایک پر

سب و شتم کرے یا ان کی تفضیل و تکفیر کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے اور اگر ائمہ کرام پر سب و شتم کرے تو اُسے سخت ترین سزا دی جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی طرف سے لڑنے والوں کی تکفیر جائز نہیں جیسا کہ خوارج نے کی اور اسی طرح ان کی تقصیق بھی جائز نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور شارح مواقف نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان حضرات کی طرف فسق کی نسبت کی ہے، یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر بے شمار صحابہ کرام اس میں شریک تھے بلکہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے جبکہ حضرت معاویہ کا واقعہ جس میں انھوں نے تین ہزار لشکر کے ساتھ خروج کیا (اور معرکہ صفین برپا ہوا) بہت بعد کا ہے، ان حضرات کو فاسق کہنے کی جرأت وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں مرض اور باطن میں خبث ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض علما نے جو لفظ جوہر استعمال کیا ہے اور کہا ہے کان اماماً جائزاً اس سے مراد وہ جو نہیں جس کا معنی فسق و ضلالت ہے بلکہ اس سے مراد حضرت علی کی موجودگی میں خلافت کا عدم تحقق ہے اور یہ قول مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ ارباب استقامت خلاف مقصود الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور حطاً اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔ اس سے زیادہ الفاظ جائز بھی کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ امام ابن حجر کی صواعق مخرقہ میں لکھتے ہیں قد صح انہ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللہ سبحانہ و فی حقوق المسلمین بیشک وہ حقوق الہی اور حقوق مسلمین میں امام عادل تھے۔ (ترجمہ ملخصاً)

مولانا جامی پر اعتراض - حضرت شیخ احمد سرہندی اسی مکتوب میں آگے فرماتے

ہیں:

مولانا عبدالرحمن جامی علیہ الرحمہ اس خطا کو خطاء منکر سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً یہ زیادتی ہے بلکہ خطا پر اضافہ زیادتی ہے اور اس کے بعد مولانا جامی کا یہ فرمانا کہ ”اوستحق لعنت است“ (یعنی وہ لعنت کے مستحق ہیں) بالکل نامناسب ہے اس مقام میں نہ کوئی اشتباہ ہے اور نہ ہی یہ تردید کی جگہ ہے۔ اگر یزید کے بارے میں لکھتے تو اس میں گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا قول نامناسب ہے۔ ثقہ اسناد سے حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ”اے اللہ انہیں کتاب و حکمت اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ، ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا ”اے اللہ انہیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا“، آپ ﷺ کی دعائینا مقبول و منظور بارگاہ خداوندی ہے۔ اصل میں اس مقام پر مولانا جامی سے سہو و نسیان ہو گیا ہے اور وہیں مولانا جامی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لینے کی بجائے ”آن صحابی دیگر“ (وہ دوسرے صحابی) کے الفاظ استعمال کئے یہ بھی مولانا کی ناخوشی پر دلالت کر رہے ہیں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ لَسْنَا بِتَابِعٍ۔ (ترجمہ ملخصاً)

امام شعبی پر اعتراض کا جواب - آگے فرماتے ہیں:

حضرت امام شعبی سے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں منقول ہے اس کے بارے میں حق بات تو یہ ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف فسق کی نسبت کبھی نہیں کی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اس سے بالاتر سمجھتے رہے۔

ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ چونکہ امام شعبی کے شاگرد ہیں اس لئے ہمارے لئے ضروری و لازمی تھا کہ ہم بر تقدیر صدق اس روایت کا ذکر

کرتے۔ امام شعبی کے معاصر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو تابعی اور
اعظم علماء مدینہ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص پر
سب دشمتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ اگر یہ حضرات ایسے
ہوتے تو امام مالک کیسے ان پر سب و شتم کرنے والے کو واجب القتل
سمجھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسے کبار میں شمار کرتے تھے ورنہ حکم
قتل نہ لگاتے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
کی برائی کو حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی برائی
کی طرح تصور کرتے تھے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مذمت و
ملامت کے مستحق نہیں ہیں۔ (ترجمہ ملخصاً)

حضرت معاویہ پر تنقید زندیتوں کا کام ہے۔ اس سلسلہ میں مجدد الف ثانی
لکھتے ہیں:

اے برادر! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں اکیلے نہیں بلکہ کم و
بیش نصف صحابہ کرام آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے
والوں کو اگر کافرو فاسق کہا جائے تو دین متین کے اس حصے سے دستبردار ہونا
پڑے گا جو ان حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کو صرف زندیق
ہی جائز قرار دے سکتے ہیں جن کا مقصد دین مبین کا ابطال ہوتا ہے۔

اے برادر! اس فتنہ کا منشا قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ سب سے پہلے
مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان
میں آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کی موافقت و
معاونت کی۔ جنگ جمل حضرت علی اور ان حضرات کے مابین ہوئی اور تیرہ
ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں

سے تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کا سبب قاتلین عثمان سے قصاص میں تاخیر کرنا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے اور معرکہ صفین برپا ہوا۔

حضرت امام غزالی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اختلاف حق خلافت میں نہیں تھا بلکہ حضرت علی سے مطالبہ قصاص تھا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس قول کو اہل سنت کے معتقدات میں شمار کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوالشکور سالمی نے مندرجہ بالا قول سے اختلاف کیا ہے، مجدد صاحب نے ان کی عبارت نقل کی ہے، شیخ ابوالشکور سالمی فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف مسئلہ خلافت میں تھا کیونکہ حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اذما ملکت الفاس فارق بہم۔ (جب تو لوگوں پر حاکم ہو جائے تو نرمی سے پیش آنا)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اسی وقت سے خلافت کی امید پیدا ہو گئی تھی لیکن اس اجتہاد میں خطا وار تھے اور حضرت علی حق پر تھے کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت علی کے بعد تھا۔

امام غزالی اور ابوالشکور سالمی کے ان دونوں مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

ان دونوں اقوال میں تطابق و توافق اس طرح ہوگا کہ ابتدا میں منشاء اختلاف تاخیر قصاص تھا۔ بعد ازیں خلافت کی امید پیدا ہوئی (اور خلافت کے حصول میں جنگ ہونے لگی) بہر صورت یہ اجتہادی مسئلہ تھا اگر خطا وار ہیں تو ایک درجہ ثواب اور اگر حق پر ہیں تو دو درجے ثواب بلکہ دس درجے ثواب ملے گا۔

مشاہرات صحابہ میں سکوت کا حکم - مشاہرات صحابہ میں سکوت کا حکم کرتے ہوئے مجدد صاحب اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

اے برادر! اس سلسلے میں سب سے اچھی چیز یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے آپس کے اختلاف میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اَيَّاكُمْ وَمَا شَجَرَ بَيْنَ اَصْحَابِي (میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف میں خاموش رہو) اور فرمایا ”جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو“۔ فرمایا ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ“۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور یہی بات حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ ”اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہماری زبانوں کو بھی (ان حضرات کی بدگوئی) سے پاک رہنا چاہیے“، اس عبارت سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ ہمیں ان کی خطا کو زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کرنا چاہیے۔

لعنتِ یزید - اسی مکتوب میں لعنت یزید کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

البتہ یزید فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس کی لعنت میں توقف اور سکوت اس لئے ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شخص معین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں الا یہ کہ اس کے خاتمہ بالکفر کا یقین ہو جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی ہیں۔ اہل سنت کے سکوت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں بلکہ اس کا ملعون ہونا آیت کریمہ ان الذین یؤذون اللہ ورسوله لعنہم اللہ (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے) سے ثابت ہے۔

آخری گزارش - مکتوب کا اختتام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس دور میں اکثر لوگوں نے خلافت و امامت میں بحث شروع کی ہوئی ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ جہلا

مؤرخین اور مردگان اہل بدعت کی تقلید میں صحابہ کرام کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان نفوسِ قدسیہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے عوام کی ضرورت اور خیر خواہی کے پیش نظر اپنے علم کے مطابق جو کچھ جانتا تھا سپردِ قریطاس کر کے دوستوں اور عزیزوں کو ارسال کیا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا اذا ظهرت الفتن اوقال البدع و سبت اصحابی فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله حرقفا ولا عدلا۔ (جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے پس عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت سے نہ ان کے نوافل اور نہ فرض قبول کئے جائیں گے) چنانچہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کو مدارِ اعتقاد بنانا چاہیے اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ من گھڑت افسانوں کو مدارِ اعتقاد بنانا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے صرف گروہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے جس پر نجات کا مدار ہے اس کے علاوہ امیدِ نجات کہیں بھی وابستہ نہیں کی جاسکتی۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدی والنزم متابعة المصطفى عليه وعلى آله الصلوٰۃ والسلام۔ (ترجمہ ملخصاً)

سروست اپنے ائمہ کرام کی کتابوں کے حوالوں سے یہ مختصر رسالہ پیش کر رہا ہوں اگرچہ اس کے علاوہ دوسری عبارتیں بھی ہیں لیکن ہم نے اپنے ائمہ کرام کی عبارات کو کافی سمجھتے ہوئے دوسری عبارتوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ پوری بحث جنگِ جمل و صفین کے شرکا کے بارے میں ہے جن کے سربراہ حضرات صحابہ کرام تھے لیکن جنگِ نہروان کے شرکاء جو کہ محققین کے قول کے مطابق نہ صحابہ کرام تھے اور نہ وہ مجتہد تھے بایں ہمہ حضرت علی کے لشکر سے علیحدہ ہو لئے اور خواخواہ آپ کی تکفیر کی ایسے

لوگ فاسق ہیں البتہ ان کے کفر میں اختلاف ہے تاہم عدم تکفیر کا قول رائج ہے۔ صحیح روایات کے مطابق خود حضرت علی نے ان کی تکفیر سے انکار کیا ہے جیسا کہ امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری، امام نووی نے شرح صحیح مسلم، ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ، اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور دوسرے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کی تحقیق کی ہے، ہم نے بخوف طوالت ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہیں کی ہیں۔ مزید تحقیق کے طالب ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

فقط

عبدالقادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول قادری بدایونی کان اللہ لہما

تصدیقات علماء بدایوں

(۱) الجواب صحیح : نور احمد قادری

(۲) صحیح الجواب : محمد سراج الحق عفی عنہ

(۳) ماحررہ الحجیب المصیب فہو مقرون بالصواب : محمد فصیح الدین قادری

(۴) جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ العبد المذنب محمد جمیل الدین احمد قادری

(۵) اصاب الحجیب : محب احمد قادری

(۶) الجواب صحیح : محمد فضل الحجید القادری

(۷) الجواب صحیح : محمد سدید الدین احمد

مکتوب بنام تاج الفحول از حافظ غلام حسین گلشن آبادی

حافظ غلام حسین گلشن آبادی نے حضرت تاج الفحول کی خدمت میں ایک طویل خط بعض مسائل کے متعلق لکھا تھا۔ حضرت تاج الفحول نے خط کا جواب تحریر کیا۔ بعد میں یہ خط و کتابت حافظ صاحب مذکور نے اپنی کتاب ”تنبیہ طہرین اشراق“ (مطبع گلزار حسنی، بمبئی ۷۷-۷۸ء) میں شائع کر دی۔ موضوع کی مناسبت سے اس خط کا سوال و جواب والا حصہ شائع کیا جا رہا ہے۔ باقی خط بخوف طوالت حذف کر دیا گیا ہے۔ (اسید الحق)

سوال اول: جو شخص باوجود کلمہ گوئی اسلام اور صلوٰۃ الی الکعبہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرات انبیاء کرام مثلاً حضرت ابراہیم یا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر مرتبہ تقرب باطنی و کرامت اخروی میں عند اللہ تفضیل دے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال دوم: حضرت شیخین کی تفضیل حضرت علی پر حق ہے یا بالعکس اور تفضیل شیخین سے کیا مراد ہے؟ زیادت تقرب الہی و مرتبہ اخروی ہے یا زیادت دنیوی و تقدم فی الخلافت و بس؟

سوال سوم: خوارج کے کفر میں اہل سنت کا اختلاف ہے یا وہ بالاجماع کافر ہیں؟

سوال چہارم: روافض تبرائی اور خوارج کا ایک حکم ہے یا ان دونوں فرقوں میں کچھ فرق ہے؟ جو شخص خوارج کو کافر و مرتد کہے مگر روافض تبرائی کو کافر و مرتد نہ جانے اور مصاہرت ان سے جائز بتائے وہ کیسا ہے؟

سوال پنجم: یزید کے بارے میں اہل سنت کا کیا مذہب ہے؟ اس پر لعنت کرنے کا کیا حکم ہے؟

مکتوب گرامی حضرت تاج الفحول

مولوی صاحب، کرم فرمائے غائبانہ زاد لطفہم، بعد سلام آپ کے سوالات کا جواب مطابق اپنے عقیدے کے جو موافق سلف صالحین کے ہے لکھتا ہوں:

الجواب- اوّل: تفضیل دینے والا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی نبی پر حضرات انبیاء کرام سے گو کلمہ شہادت پڑھے اور نماز ہمارے قبلہ کی طرف پڑھا کرے وہ قطعاً کافر و مرتد ہے کیونکہ افضلیت نبی غیر نبی سے ضروریات دین سید المرسلین میں داخل ہے۔

دوم: تفضیل شیخین کی حضرت جناب مرتضوی اور جملہ اہل بیت و صحابہ و تمام امت پر حق ہے جو اس کا منکر ہے وہ گمراہ ہے اور مراد تفضیل سے اگر میت عند اللہ و زیادت تقرب باطن و کثرت ثواب اخروی میں ہے نہ صرف امور دنیویہ مثل منصب خلافت و حکومت کے۔

سوم: خوارج کے کفر میں اختلاف ہے۔ اکثر متقدمین کے نزدیک کافر نہیں ہیں اور اکثر متاخرین کے نزدیک کافر ہیں۔ پس خوارج کو مسلمان کہنے والے جو ایک گروہ ائمہ دین سے ہیں ان کو گمراہ اور دشمن اہل بیت کہنا رافض و شیعیت ہے۔

چہارم: جن علماء کے نزدیک خوارج کافر ہیں ان کے نزدیک رافضی تبرائی بھی کافر ہیں اور اسی

پرفتویٰ ہے متاخرین محققین کا پس جو خوارج کو تو کافر مانے اور ردائض کو کافر نہ کہے اور ان سے مصاہرت و مناکحت جائز بتائے وہ بیشک رافضی ہے کہ تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر بغض و لعن و تکفیر اہل بیت کفر ہے تو بغض و لعن و تکفیر شیخین بھی کفر ہے۔ اس میں فرق نہ کرے گا مگر وہ شخص جو ظاہر میں سنی اور باطن میں رافضی ہے۔

پنجم: یزید کے بارے میں اکابر اہل سنت کا اختلاف ہے۔ محققین اہل حق کے نزدیک حکم کفر ثابت نہیں اور لعنت ممنوع، محتاطین کے نزدیک احوط و اسلم توقف ہے اور یہی میرے نزدیک بہتر ہے اور جو شخص جواز لعنت و حکم کفر کو اجماعی اہل حق کا ٹھہراتا ہے اور ائمہ مانعین و متوقفین کو دشمن اہل بیت کرام کہتا ہے وہ رافضی ہے۔

فقط

فقیر عبدالقادر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایون

۱۔ احقاق حق (فارسی)

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی ترجمہ و تخریج: تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

۲۔ عقیدہ شفاعت کتاب و سنت کی روشنی میں

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی تسہیل و تخریج: مولانا اسید الحق قادری

۳۔ سنت مصافحہ (عربی)

تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی ترجمہ و تخریج: مولانا اسید الحق قادری

۴۔ الکلام السدید (عربی)

تاج الفحول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی ترجمہ: مولانا اسید الحق قادری

۵۔ طوابع الانوار (تذکرہ فضل رسول)

مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی تسہیل و ترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۶۔ مردے سنتے ہیں

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی، ترتیب و تخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۷۔ مضامین شہید

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی ترتیب و تخریج: صاحبزادہ مولانا عطیت قادری بدایونی

۸۔ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی ترتیب و تقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۹۔ عرس کی شرعی حیثیت

مولانا عبدالماجد قادری بدایونی ترتیب و تخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۰۔ فلاح دارین

مولانا عبدالماجد قادری بدایونی، ترتیب و تخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۱۔ خطبات صدارت

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی ترتیب و تقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۲۔ مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی ترتیب و تقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۳۔ عقائد اہل سنت

مولانا محمد عبدالخالق قادری بدایونی تخریج و تحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۴۔ دعوتِ عمل مولانا محمد عبدالخالق قادری بدایونی

۱۵۔ احکامِ تبور

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی تخریج و تحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۶۔ ریاض الخرات

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی ترتیب: قاری شان رضا قادری

۱۷۔ تذکارِ محبوب

(تذکرہ عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی)

مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی

۱۸۔ مدینے میں (مجموعہ کلام) تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۱۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی

پروفیسر محمد ایوب قادری، تقدیم و ترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۲۰۔ قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ مولانا اسید الحق قادری

۲۱۔ حدیث افترا و امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں مولانا اسید الحق قادری

۲۲۔ احادیث قدسیہ مولانا اسید الحق قادری

۲۳۔ تذکرہ ماجد مولانا اسید الحق قادری

۲۴۔ عقیدہ شفاعت (ہندی) سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۵۔ عقیدہ شفاعت (گجراتی) سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۶۔ دعوتِ عمل (گجراتی) مولانا عبدالخالق قادری بدایونی

۲۷۔ احکامِ تبور (تمل) مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۸۔ معراجِ تخیل (ہندی) (مجموعہ نعت و مناقب)

تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۲۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی)

محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۰۔ سیرتِ مصطفیٰ (ﷺ) کی جھلکیاں (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی